امیر تیمور

امیر تیمور

اختر رضوی

*

لاہور ۔ پشاور ۔ راولپنڈی ۔ منگلا ۔ ملتان ۔ حیدرآباد ۔ کراچی

پہلی بار ۱۹۶۹ء

تعداد تین ہزار

قیمت ایک روپیہ

*

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ - باہتمام عبدالحمید خان پرنٹر پبلشر

maablib.org

تیمورِ اعظم، فاتحِ عالم

تیمور کے معنی ہیں فولاد۔ اور وہ بے شک فولاد ہی تھا۔

ہوش سنبھالنے سے لے کر موت تک، اس کی زندگی، سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی پیٹھ پر گذری۔ مدتوں اس نے چمکتی ہوئی تلواروں کی چکاچوند کا ایک تسلسل قائم رکھا۔ تندوتیز دریا، گھنے جنگلات، برف پوش وادیاں، دشوار گذار پہاڑ، لق و دق صحرا اور تپتے ہوئے ریگستان کوئی اس کی یلغاروں کو روک نہ سکے۔ جل تھل کر دینے والی برساتیں، خون جما دینے والی برف باریاں اور جھلسا دینے والی گرمیاں اس کے

maablib.org

عزمِ سفر کو متزلزل نہ کر سکیں۔ محلوں کے پُر آسائش ماحول میں کبھی وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں سے زیادہ نہیں رہا۔

تن آسان زندگی سے اُس نے ہمیشہ دامن بچایا۔ سدا پا بہ رکاب اور رواں دواں ہی رہا۔ سچا سکون اسے تبھی ملتا، جب وہ خود اور زرہ بکتر پہن کر، تلوار، ڈھال اور تیر، کمان سے مسلح ہو کر برق رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوتا۔ زندگی کی آسائشوں کا صحیح لطف اسے اسی وقت حاصل ہوتا جب وہ کھلے آسمان کے نیچے کہیں پڑاؤ ڈالتا۔ وہ عظیم ترین مہم جو، بہادر ترین سپاہی، قابل ترین کماندار، اعلیٰ ترین منتظم، اور ممتاز ترین فاتح تھا۔ سیر و شکار، تعاقب و یلغار اور جنگ و پیکار ہی اس کی زندگی تھی۔

جتنا زیادہ سفر تیمور نے اپنی زندگی میں پشتِ زین پر کیا ہے اتنا شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔ جتنی بہادری سے اس نے موسموں کی شدت اور جغرافیائی مزاحمتوں کا مقابلہ کیا اس کی نظیر شاید ہی تاریخِ عالم میں کہیں ملتی ہو اور جتنی زیادہ سنگین لڑائیاں اس نے اپنی زندگی میں لڑی ہیں کسی دوسرے بہادر کو

شاید ہی اس کا موقع ملا ہو۔۔۔ جنگی قابلیت، تجربہ اور فتوحات کی عظمت کے اعتبار سے وہ خانِ اعظم چنگیز خاں کے بعد فاتحینِ عالم میں سب سے ممتاز ہے۔ تلوار اور گھوڑے کے ذریعہ دنیا کا آخری تسخیر کنندہ۔

اس کے زمانہ میں دنیا صرف تین براعظموں کا نام تھا۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ۔ دوسرے دو براعظم امریکہ اور آسٹریلیا ابھی علمِ انسانی میں نہ آتے تھے۔ ایشیا ترقی کا سرچشمہ تھا۔ یورپ کے سارے ممالک طاقت و عظمت کے لحاظ سے کنوئیں کے مینڈک کی حیثیت رکھتے۔ ان میں سے کسی ایک ملک کی تو کیا سارے ممالک کی مجموعی قوت بھی اہلِ ایشیا کے سامنے بے وقعت تھی۔

صلیبی جنگوں میں یورپ کے سارے "نائٹ" اور "جلیل القدر بادشاہ" مل جل کر ایشیا کی سرحدوں پر حملہ آور ہو چکے تھے اور شام و مصر یا ترکی کے کسی ایک ہی امیر یا سلطان نے ان کی مجموعی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا۔ واقعی یہ دور ایشیا کی عظمت کا دور تھا اور اس کے طول و عرض میں چنگیز خانی مغل

نسلی شمشیرزنی کی روایات کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔

تیمور اگر صرف فولاد ہی ہوتا تو یہ کوئی خاص بات نہ تھی۔ اس دور کا ہر تاتاری سپاہی اور خان فولادی ہوتا تھا۔ ایشیا افریقہ اور یوروپ میں ان کی شہسواری کے ڈنکے بج رہے تھے۔

بلا شبہ تیرھویں صدی کی چھٹی دہائی کے خاتمہ پر ان کی مرکزیت اور وحدت منتشر ہو چکی تھی مگر چنگیز خان اور اس کے تین جانشینوں کے جھنڈوں کے نیچے انہوں نے جو ممالک فتح کئے تھے، ان پر اب بھی انکا اقتدار تھا۔ ان کی عظیم مملکت ٹکڑے ہو چکی تھی مگر ہر ٹکڑا اپنی جگہ پر بہت مضبوط تھا۔

منگولیا اور چین پر خاقان اعظم کبلائی خان کے جانشین حکومت کر رہے تھے۔ موجودہ روس میں والگا کے مشرق کے طویل و عریض علاقے پر خان برکہ کی اولاد کا تصرف تھا۔ سرائے والگا اور استرا خان ان کے مراکز تھے۔ یہ اردوئے زریں کے نام سے مشہور تھے۔ یوروپی روس کے حکمراں ان کے خراج گذار تھے۔ ان سے نیچے کے پہاڑوں، ماوراءالنہر، بحیرہ خزر اور موجودہ افغانستان کے ممالک پر چغتائی

خوانین کا قبضہ تھا۔ ان کا مرکز اونچے پہاڑوں کے عقب میں حصارِ الملیک تھا۔ ایران و خراسان وغیرہ کے علاقوں پر ہلاکو کے پوتے سلطان غازان کے جانشینوں کی حکومت تھی۔

یہ سب خان اعظم چنگیز خان کے بیٹے اور پوتوں کی اولاد تھے اور چنگیزی آئین "یاسا" کے مطابق تاتاریوں کی خانی یا بادشاہت کے اصلی اور مسلمہ وارث!
ان کے علاوہ عباسیوں کی خلافت کے محافظ کی حیثیت سے عراق و شام اور مصر میں مملوکوں کا طوطی بول رہا تھا۔ ایشیائے کوچک میں عثمانیوں کی نئی طاقت اُبھر رہی تھی اور ہندوستان میں تغلقوں کی حکمرانی تھی۔ گو یہ چنگیز خان کے آئین کے پابند نہ تھے مگر تھے یہ بھی سب اصلاً تاتاری ترک، دوسرے تاتاریوں کی طرح جنگجو بہادر اور مردِ میدان!

تیمور کا قبیلہ برلاس بھی ترک تاتاریوں ہی میں سے ایک تھا اور اس کا خاندان "گورگان" کے نام سے منسوب تھا مگر اپنی تعداد اور کارناموں کے اعتبار سے اس کو تاتاریوں میں کوئی غیر معمولی اہمیت نہ تھی ـــــ تیمور کا بزرگ امیر گورگان اپنے

عہدِ شباب میں خطا کے مغل خان کی فوج میں ایک سردار تھا جو اس سے جدا ہو کر ماوراء النہر میں آ بسا اور سمرقند اور اس کے نواح پر متصرف ہو گیا مگر یہ امارت اس کے خاندان میں زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ تیمور کے باپ ترگئی تک آتے آتے صرف شہر سبز اس کے قبیلے کے قبضے میں رہ گیا۔ ترگئی بلاشبہ ایک بہادر قبیلے کا سردار تھا مگر اس نے اسلام کا صوفیانہ رنگ اختیار کر کے ایک مدت سے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی لہذا قبیلے کی سرداری تیمور کے باپ کے ہاتھوں سے نکل کر اس کے چچا حاجی برلاس کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔ اس طرح تیمور نے اپنی زندگی کا آغاز کیا تو محض ایک عام بہادر سپاہی کی حیثیت سے۔

تاتاریوں کے رواج کے مطابق اس حیثیت میں تیمور کو صرف یہ رعایت مل سکتی تھی کہ اسے محافل و مجالس میں چھوٹے سرداروں یا ان کے بیٹوں کے برابر نشست دی جاتی اور اگر اس کی بات لائق توجہ ہو تو اسے سنا جاتا۔ مزید کسی منصب و عزت کا مستحق ثابت کرنے کے لئے یہ بات خود

تیمور ہی پر منحصر تھی کہ وہ اپنے ہی جیسے فولادی سپاہیوں سے ٹکرا کر اپنی برتری کو ثابت کر دے

اس نے وقت کے چیلنج کو اولوالعزمی کے ساتھ قبول کیا ـــــ معمولی سپاہی سے لے کر قبیلے اور شہر کا سردار بننے تک اور اس کے بعد سمرقند کے امیر سے لے کر فاتح عالم ہونے تک وہ اپنے ہر مدِ مقابل کی تلوار سے فولاد کی طرح ٹکرایا اور اپنے ہر حریف کو کاٹ کر اس نے ثابت کر دیا کہ اس کو وقت کا افضل ترین فولاد تسلیم کر لیا جاتے۔ جس کسی نے اس سے ٹکر لی وہ چور چور ہو گیا اور جو اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوا اس کو سرنگوں ہونا پڑا۔ مشرق و مغرب میں اس کا حکم وقت کے فرمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ کسی کو اس سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ چین کے علاوہ اس نے ایشیا اور افریقہ کی ہر مشہور طاقت کو اپنا محکوم یا باجگذار بنا لیا تھا۔

یوروپ والے اس کا نام سن کر تھراتے تھے اور ساری دُنیا کے سفیر اس کے دربار میں بڑے عجز و نیاز کے ساتھ حاضر رہا کرتے تھے۔ آخر میں وہ پورے تزک و احتشام کے ساتھ چین کی مہم پر روانہ ہُوا۔

اسے مکمل اعتماد تھا کہ وہ ہنگ شہنشاہ کو مطیع کر کے ہی واپس ہوگا مگر اسی سفر کے دوران ہی اس کا پیمانہ عمر لبریز ہو کر چھلک گیا۔

تسخیرِ چین کی حسرت کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں ایک تمنا یہ بھی تھی کہ تاتاری اسے اپنا خانِ اعظم تسلیم کریں۔ میدانِ جنگ ہو یا مجلس صلح، ہر جگہ اسی کا حکم چلتا تھا مگر صرف ایک جلیل القدر امیر یا فاتح کی حیثیت سے۔ تاتاریوں کی رسمی بادشاہت یا خانی کا اعزاز اسے میسّر نہ تھا۔ چنگیزی روایات کی سخت گیری کے باعث اُسے ایک مغل شہزادے کو اپنا رسمی بادشاہ بنانا پڑا تھا۔ اس بادشاہ کی فرمانروائی تیمور کے زیرِ سایہ سمرقند کے ایک محل تک محدود تھی اور وہ سال میں صرف ایک بار تیموری فوجوں کی سلامی لینے کے موقع پر ہی منظرِ عام پر آتا تھا مگر یہ بھی ایک اعلیٰ اعزاز تھا اور تیمور اس رسمی اعزاز سے محروم رہا۔

چنگیز خاں کا آئین تھا کہ "مِل جل کر اپنے ہی میں سے کسی ایک کو اپنا سربراہ مقرر کر لیا جائے"۔ اس آئین سے خود اس کے پوتوں نے بغاوت کی

تھی لیکن عام تاتاری اس سے اب بھی انحراف کرنے کی جرات نہ کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ "بادشاہ صرف چنگیز ہی کی اولاد میں سے ہوگا۔"

تیمور نے خود تو اپنے وقت میں اس اصول کو یکسر ختم کرنے کی کوشش نہ کی اور اپنے بناتے ہوئے ایک رسمی بادشاہ کو سالانہ سلامی پیش کرتا رہا لیکن بعد کے واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خالص چنگیزی النسل شاہزادوں کا یہ فخر بھی تیمور کی آئندہ نسلوں میں منتقل ہو گیا۔ تیمور نے اپنی اور اپنے بیٹوں کی شادیاں مغل شہزادیوں سے کیں۔ یہ سلسلہ بعد تک جاری رہا۔ خون سے خون ملتا گیا اور وہ مغل کہلانے لگے۔ شہنشاہ بابر، جو ہندوستان میں مغل خاندان کی حکومت کا بانی ہے، تیمور کی پانچویں پشت میں تھا۔

maablib.org

آغاز

تیمور کے دل میں فاتح عالم بننے کا خیال پہلی بار کب اور کس طرح پیدا ہوا؟ اس کا کوئی صحیح پتہ نہیں چلتا۔ تواریخ سے صرف اتنا معلوم ہوتا

ہے کہ بچپن سے نوجوانی تک اس کے اشغال ہونہار تاتاریوں جیسے رہے۔ سوا اس کے کہ وہ ہر وقت سنجیدہ رہتا ـــ شہسواری کے مقابلوں اور جنگی کھیلوں میں ہمجولیوں سے زیادہ دل لگاتا۔شکار کے پیچھے گھوڑے کو دوڑاتے رہنے میں خوشی محسوس کرتا۔ ماضی کے بہادروں اور فاتحوں کے کارناموں کو بڑے غور سے سنتا۔ پچاسوں میل کا سفر برق رفتاری سے طے کر کے کسی کے یہاں شطرنج کھیلنے جا پہونچتا اور کارواں سراؤں میں پڑاؤ ڈالنے والے تاجروں اور مسافروں کی محفلوں میں گھنٹوں بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہتا۔

ہو سکتا ہے کہ شہسواری کے مقابلوں اور جنگی کھیلوں میں اپنی برتری کی وجہ سے اس کے دل میں ایسا کوئی خیال پیدا ہوا ہو۔ فاتحوں اور بہادروں کے کارناموں نے اس کے دل میں کوئی امنگ پیدا کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دور دراز کے کسی تاجر کی جگہ جگہ محصُول لئے جانے کی شکایت نے اسے متاثر کیا ہو۔ سفری دشواریوں اور قزاقوں کی لوٹ مار کے بعض واقعات نے اسے ایک طویل

اور محفوظ مملکت قائم کرنے کا خواب دکھایا ہو۔
بنیادی وجوہ جو کچھ بھی ہوں لیکن یہ مسلم ہے
کہ چند باتیں، جو اس نے اٹھتے بیٹھتے سنی تھیں،
اس کے دل میں بیٹھ گیئں تھیں۔ مثلاً تاتاریوں میں
وہی شخص عزت و مرتبہ حاصل کر سکتا ہے جو نہایت
جفاکش ہو، بہترین شہسوار ہو، سب سے زیادہ
بہادر اور جنگجو ہو، جس کی تلوار کا وار دشمن کے
آہنی خود کو کاٹتا ہو جو دشمن کے سر کو دو ٹکڑے
کر دے، جس کے نیزے کی انی مدِ مقابل کی زرہ
کو چیر کر اس کے سینہ کے پار نکل جائے، جس کی
برق رفتار تیراندازی فریق مخالف کو سنبھلنے کا موقع
نہ دے، جو سنگین ترین مشکلات اور مدافعتوں کے
باوجود پیش قدمی سے منہ نہ موڑے، دشمن کے
نرغہ میں گھر جانے کے باوجود جس کے اوسان سلامت
رہیں اور جو بدترین حالات میں بھی اپنے بلند عزائم
سے دست بردار نہ ہو۔

تیمور کی ماں اس کے بچپن ہی میں مر چکی تھی۔
نہ اس کا کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ چچا تھا مگر اس سے
قطعی بے تعلق بلکہ متنفر۔ لے دے کے ایک باپ ہی

اس کا مشفق سرپرست تھا سو وہ بھی تارک الدنیا ہو چکا تھا۔ اسے اپنے بیٹے کے مستقبل کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان حالات میں تیمور کو اپنی تربیت بھی خود ہی کرنی پڑی۔ بالفاظ دیگر اس کی فطری صلاحیت اور ماحول اس کا مربی تھا اور شاید یہ ماحول کا شدید تقاضا ہی تھا جو اس نے اپنی ذات کو ماحول کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔

سترہ سال کی عمر کو پہونچتے پہونچتے وہ ایک مثالی تاتاری نوجوان بن چکا تھا۔ اسی منزل پر اسے قسمت آزمائی کے جذبے نے بےچین کیا۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی۔ ایک ملازم اور چند گھوڑے ساتھ لئے اور ماوراءالنہر کے امیر کزگان کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

ممکن ہے کہ نوجوان تیمور کے تحت الشعور کے کسی گوشہ میں دنیا کو زیرِ نگیں کرنے کا بھی کوئی خیال ہو مگر اس وقت تو وہ امیر کزگان کی اطاعت میں کچھ کارنامے انجام دینے جا رہا تھا۔ اس وقت اس کی سب سے بڑی خواہش صرف یہ تھی کہ امیرکزگان کی فوج میں کوئی اچھا سا منصب مل جائے اور آگے

چل کر وہ اس کی خوشنودی اور سرپرستی کے ذریعہ اپنے قبیلے کی سرداری اور شہر سبز کی امارت حاصل کرلے ۔تیمور ایک حقیقت پسند نوجوان تھا ۔ حالات کے پیش نظر فی الفور وہ اس سے زائد کچھ سوچ نہ سکتا تھا اور یہ خواہشیں بھی اس وقت اس کے لئے نہ صرف غیر معمولی تھیں بلکہ اس کی اولوالعزمی کی آئینہ دار تھیں ۔

وسط ایشیا کے سیاسی حالات بالکل غیر یقینی ہو رہے تھے ۔ شمالی پہاڑوں کے عقب میں حصار الملیک میں رہنے والا چغتائی خاندان کا مغل خان اسے اپنی مملکت سمجھتا تھا لیکن ایک مدّت سے اس کا روّیہ ان ممالک کے لئے کسی قزاق جیسا ہو کر رہ گیا تھا، اسے نہ ان ممالک کے انتظام و انصرام سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی ان میں رہنے والے لوگوں کی فلاح و بہبود سے ،وہ تو سال دو سال میں جب اس کا جی چاہتا جرار شہسواروں کی ایک زبردست فوج لے کر پہاڑوں سے نیچے اتر آتا اور خراج وصول کرنے اور بغاوت فرو کرنے کا بہانہ بنا کر سارے علاقوں میں لوٹ مار کرکے واپس چلا جاتا ۔

maablib.org

مغل خان کی اس روش سے تنگ آکر مقامی لوگ اب واقعی بغاوت کی سوچنے لگے تھے۔ اس فضا نے کابل، ہرات، خیوا اورگنج اور ماوراالنہر میں خود مختار ریاستیں قائم کر دی تھیں۔ اولوالعزم اور آزادی پسند تاتاری سردار ان ریاستوں میں اپنا اقتدار مستحکم کر رہے تھے جن میں جلایر سردار پیش پیش تھے۔ طاقت، عظمت اور نسلی تفوق کے لحاظ سے جلایر قبیلہ تاتاریوں میں مغلوں کے بعد دوسرے نمبر پر سمجھا جاتا تھا ـــــ باہمی شادی بیاہ کی وجہ سے ان کے بعض سرداروں میں چنگیز خاں کا خون بھی شامل ہو چکا تھا۔

ماوراالنہر کی ریاست ان سب میں ممتاز تھی۔ جس میں دریائے آمو کے شمالی سرسبز میدانی علاقے اور وادیاں شامل تھیں۔ تاشقند، فرغانہ، سمرقند اور بخارا اس کے مشہور شہر تھے۔ شہر سبز جو تیمور کی جائے پیدائش اور اس کا مسکن تھا، اسی علاقے میں تھا۔ خراسان و ایران سے سمرقند جانے والے تجارتی قافلے دریائے آمو پار کرنے کے بعد اسی شہر میں پڑاؤ ڈالتے تھے۔

چغتائی مغل اپنے پہاڑوں سے نیچے آنے کے بعد

maablib.org

سب سے پہلے اسی ریاست میں داخل ہوتے۔
یہ گویا ان کے لئے وسط ایشیا کے ممالک میں داخل ہونے کا واحد دروازہ تھا مگر یہ دروازہ ایک عرصہ سے ان کے لئے بند ہو چکا تھا۔ امیر کزگان نے اپنے تدبر اور شجاعانہ کارناموں سے ماوراءالنہر کے سارے قبائل کو متحد کر لیا تھا اور اپنی قیادت میں ملک کے دفاع کو مستحکم کر لینے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک مغل شاہزادے کو رسمی بادشاہ بنا کر چغتائیوں کے دعوائے بادشاہی کو بھی ختم کر دیا تھا۔

ان حالات میں چغتائی مغلوں نے ماوراءالنہر پر کوئی بڑی فوج کشی تو نہ کی البتہ طاقت کا جائزہ لینے کے لئے وقتاً فوقتاً لیٹرے دستے بھیجتے رہتے اور ملکی حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہتے۔ کزگان بھی مغلوں کی عادت اور فطرت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جوں ہی انہوں نے خاطر خواہ طاقت حاصل کر لی یا اس کی ریاست میں کوئی بدامنی پیدا ہوئی اور اس کی طاقت کچھ بھی کمزور پڑی، مغل شکاری بازوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑیں گے یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت طاقت میں اضافہ کی

جد و جہد کرتا رہتا۔

ماوراءالنہر کے قبائلی سردار، چغتائی مغلوں سے نپٹنے کے لئے تو کزگان کی آواز پر فی الفور لبیک کہتے مگر اُسے زیادہ طاقت ور بنانے سے گریزاں رہتے۔ طاقت کا دار و مدار ملکی قبائل پر زائد سے زائد اقتدار اور نواحی ریاستوں کی تسخیر پر تھا۔ ان دونوں معاملات میں وہ امیر کزگان سے تعاون کرنے میں کنّی کاٹتے تھے۔ کزگان اس صورت حال سے مطمئن نہ تھا۔ اسے ایک معتمد اور باہمت سردار کی شدت سے تلاش تھی۔ ایسا سردار جو اس کے منصوبوں کے مطابق عمل کرے اور اس کا ساتھ دے۔ پھر بھی نوجوان تیمور جب ایک ملازم کے ساتھ اس کے سامنے پیش ہُوا تو اسے اس کمسن سردار کو دیکھ کر کوئی خاص خوشی نہ ہوئی، تاہم اس نے اسے اپنے بہادروں کے ایک دستہ میں شامل کر لیا۔

"بہادر" وہ خاص فوجی کہلاتے جنہوں نے متعدد لڑائیوں میں حصّہ لیا ہو اور جو غیر معمُولی شجاعت رکھتے ہوں۔ ان کے دستے عام فوج سے الگ ہوتے تھے اور زمانۂ امن میں بھی ایک امتیاز رکھتے تھے۔ ان کے

دستے میں شمولیت کی صرف دو ہی شرطیں تھیں۔ سابقہ غیر معمولی کارنامے یا بہتر جنگی صلاحیت۔ تیمور کو غیر معمولی جنگی صلاحیت کی بنا پر داخل کیا گیا، جس کے لئے اسے کئی منتخب بہادروں سے شہسواری، نیزہ بازی شمشیر زنی اور تیراندازی کے مقابلے کرنے پڑے۔ آگے چل کر پسندیدہ مزاج، کردار اور کارگزاری کے باعث وہ بہت جلد ان تند خُو اور مغرور بہادروں میں ہر دلعزیز بن گیا۔ امیر کزگان کی نگاہوں میں بھی اس کی وقعت بڑھنے لگی۔ ہوتے ہوتے وہ منزل بھی آگئی کہ تیمور کزگان کی امیدوں کا تارا بن گیا۔ کزگان نے اسے منگ باشی (دیکھزاری) کا منصب عطا کیا۔ فوج کے ہراول کی خدمات اس کے سپُرد کر دی گئیں اور کزگان کی نواسی امیر کابل کی بیٹی سے اس کا عقد ہو گیا۔

اس منصب تک پہنچنے میں تیمور کو پُورے تین سال لگ گئے۔ یعنی بیس برس کی عمر میں وہ ہراول کے ایک ہزار بہادروں کا سردار تھا۔ چوبیس سال کی عمر تک تیمور نے اسی حیثیت سے امیر کزگان کی خدمات انجام دیں، جس کی وجہ سے ماوراءالنہر کی مملکت میں اُسے خاطر خواہ اقتدار حاصل ہو گیا۔ اب کزگان کی مملکت کی

حدیں جنوب کی وسیع وادیوں اور مغربی صحرا تک پھیل چکی تھیں اور تیمور کی وفاداری اور اولوالعزمی کے بھروسے وہ اردگرد کے ممالک کی تسخیر کا خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کا پہلا شکار مملکت ہرات تھی۔ یہ تیمور کی تلوار کی دھاک اور شجاعت کا رعب داب تھا کہ کزگان کو فتح ہرات میں کوئی دشواری پیش نہ آئی لیکن وہی فتح کزگان کی موت کا سبب بنی۔ ہُوا یہ کہ وہ اپنے ساتھ والیٔ ہرات کو قید کر کے لایا تھا، جس کے مستقبل کے بارے میں اس کے اور چند سرداروں کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ کزگان نے والیٔ ہرات سے اس کی جان بخشی اور بحالی کا وعدہ کر لیا تھا مگر سرداروں کا اصرار تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس کشمکش میں تیمور کی رائے تھی کہ کزگان کو اپنے وعدہ کی پابندی کرنی چاہئیے۔ آخر کار کزگان نے والیٔ ہرات کو خفیہ طور پر فرار کرا دینے کا منصوبہ بنایا۔ تیمور اسے بحفاظت پہونچا دینے پر متعین ہُوا اور اس کو لے کر ہرات روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف جب مخالف سرداروں کو اس کے فرار کی خبر ملی تو وہ سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے

کزگان کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ایک دن شکار کھیلتے وقت اچانک دو سردار اس پر ٹوٹ پڑے اور آنِ واحد میں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے فرار ہو گئے۔

واپسی پر تیمور کو اس کا علم ہُوا تو اس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ امیر کی لاش کو پُورے اعزاز کے ساتھ اس کے آبائی مرکز سامی سرائے میں لاکر دفن کیا۔ پھر آندھی اور طوفان کی سی تیزی سے قاتلوں کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ انہیں فرار ہُوئے خاصا عرصہ گزر چکا تھا وہ جو اپنے انجام سے خائف جگہ جگہ نیتے گھوڑے بدل بدل کر سرپٹ بھاگتے چلے جا رہے تھے لیکن تیمور جیسے بے مثل شہسوار کے ہاتھوں سے بچ نکلنا ان کے مقدر میں نہ تھا۔ تیمور دن رات ان کا پیچھا کرتا رہا۔ ندی نالوں وادیوں اور پہاڑوں کو برق رفتاری سے عبور کرتا رہا اور آخر کار ایک دن، دور شمالی پہاڑوں کی بلندی پر، اس نے انہیں جا لیا۔ قاتلوں نے راہ فرار نہ پا کر تیغیں کھینچ لیں مگر وہ تیموری تلوار کا مقابلہ کیا کرتے۔ چند ہی لمحوں

maablib.org

بعد ان کے لاشے زمین پر تڑپ رہے تھے اور تیمور ان کے سر لیئے ہوئے واپس ہو رہا تھا۔

دَورِ انتشار

امیر کزگان کی وفاداری میں تیمور کا یہ کارنامہ قابلِ داد تھا لیکن جب وہ انتقام لے کر واپس لوٹا تو اس نے کسی کو اپنا منتظر نہ پایا۔ کزگان کی موت کے ساتھ ہی اس کے اقبال کے اُبھرتے ہوئے سورج کو گہن لگ چکا تھا۔ ماوراالنہر پر افراتفری کی گھنگھور گھٹا چھاتی جا رہی تھی۔ اور ہر طرف انتشار ہی انتشار دکھائی دے رہا تھا۔ کزگان کا بیٹا اپنی ناطاقتی کو محسوس کرکے فرار ہو چکا تھا۔ سارے سردار و اُمراء اپنے اپنے علاقوں کو سنبھالنے کے لیئے رخصت ہو چکے تھے اور سمرقند میں دو پرانے سردار بایزید جلایر اور تیمور کے چچا حاجی برلاس مِل جُل کر ایک مرکزیت پیدا کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔

تیمور کے لیئے یہ حالات بڑے دل شکن تھے۔ مجبوراً وہ بھی اپنے مسکن شہر سبز میں جا کر بیٹھ رہا۔ حصار الملیک کا چغتائی خان ان حالات سے

بے خبر نہ تھا۔ عرصہ سے وہ ایسے ہی موقع کی تاک میں تھا۔ جب اسے ماوراالنہر کے اُمراء کی نفسا نفسی کا یقین ہو گیا اور سابقہ مرکزیت اور اتحاد کا خوف اس کے دل سے جاتا رہا تو وہ بڑے کروفر کے ساتھ انہیں ان کی سابقہ بغاوت کا مزہ چکھانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ خان کی آمد سے پُورے ماوراالنہر پر ہراس چھا گیا۔ چھوٹے چھوٹے سردار اپنے اپنے شہروں میں قلعہ بند ہو گئے۔ حاجی برلاس نے پہلے تو مقابلہ کرنے کی ٹھانی مگر پھر اپنے رفیق و معاون بایزید جلایر کے فرار کے باعث دل ہار بیٹھا اور اپنے قبیلے کو لے کر کابل بھاگ گیا

چغتائی خان نے پہاڑوں سے اتر کر سمرقند میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اس کی فوجیں لُوٹ مار کرنے کے لئے ہر طرف پھیل گئیں۔ اسی اثناء میں تیمور کے باپ ترگئی کا انتقال ہو گیا۔ یہ دَور تیمور کے لئے بڑا پر آشوب تھا۔ چند سو سواروں کے علاوہ اس کے گرد کوئی جمعیت نہ تھی۔ ملک میں ہر طرف داروگیر کا ایک ہنگامہ برپا تھا۔ نہ تیمور بھاگ سکتا تھا نہ لڑ سکتا۔ چغتائی خوانین کی اطاعت بھی اسے منظُور نہ تھی مگر اس کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔

بالآخر اس نے اپنے والد کی شایان شان تجہیز و تکفین کی اور سمرقند جا کر چغتائی خان کے حضور پیش ہو گیا۔

بظاہر تیمور کا یہ فعل کچھ اچھا نہیں تھا مگر اس نے وقت کے تقاضے کو پورا کیا اور اس کی حکمتِ عملی سے ملک کو ایک فتنۂ عظیم سے نجات مِل گئی۔ ایک مختصر سے عرصہ میں تیمور نے ذہانت سے کام لے کر مغلوں میں زبردست پھوٹ ڈالدی خان کے کئی سردار اس سے باغی ہو کر وطن لوٹ گئے۔ خان کو بھی گھر کی حفاظت کے خیال سے فی الفور ان کے تعاقب میں واپس جانا پڑا۔

چلتے وقت خان نے تیمور کو اپنی جانب سے سمرقند کا حاکم مقرر کیا اور تمان باشی (دس ہزاری) کا منصب عطا کیا۔ ساری زندگی تیمور کو اس سے زیادہ بے معنی منصب و امارت کبھی نہیں ملی۔ عملی طور پر جس شخص کی قیادت میں صرف چند سو سوار ہوں۔ جس کی امارت کو مقامی امیروں اور سرداروں سے باقاعدہ نہ تسلیم کرایا گیا ہو۔ اسے ان مناصب سے بھلا کیا فائدہ پہونچ سکتا تھا!

خان کے واپس ہوتے ہی تیمور کے دونوں زبردست

حریت بایزید جلایر اور حاجی برلاس اپنی پرانی روش پر لوٹ آئے اور متحد ہو کر پھر اپنی امارت کے پرچم بلند کرنے لگے۔ خان کا بخشا ہُوا منصب اور فرمان امارت تیمور کے کچھ کام نہ آیا۔ اس کو پھر شہر سبز میں پناہ لینی پڑی مگر اس کے چچا حاجی برلاس نے اسے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ تنگ آکر تیمور نے اپنی بیوی کے بھائی حسین جلایر امیر کابل سے اتحاد کر لیا۔ امیر حسین بھی تیمور جیسا ہی اولوالعزم جنگجو اور بہادر نوجوان تھا مگر کئی سال کی مسلسل جدوجہد کے باوجود دونوں نوجوانوں کو سن رسیدہ اور مقتدر حریفوں کے خلاف کوئی فیصلہ کُن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

ماوراالنہر میں ابھی غیر یقینی حالات تھے کہ المیلیک کا مغل خان پھر آ دھمکا۔ کئی برس کی کوششوں کے بعد وہ اپنے ملک کی داخلی بغاوت پر قابو پا چکا تھا۔ خان کے آتے ہی امراء کی ساری جمعیتیں منتشر ہو گئیں۔ تیمور کے حلیف امیر حسین نے خان سے ٹکر لی اور بری طرح شکست کھائی۔ خان کا رویہ اس بار پہلے سے زیادہ سخت تھا۔ بایزید جلایر کو اس نے آتے ہی اس کے شہر میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حاجی برلاس پہلے

کی طرح پھر فرار ہُوا مگر قزاقوں کے ہتھے چڑھ گیا اور مارا گیا۔ سمرقند میں خان نے اپنے بیٹے الیاس کو اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے ایک سپہ سالار بی کی جوک کو مع فوج جرار کے اس کی اعانت پر مامُور کیا۔ تیمور ان دونوں مغل امرار کا ماتحت مقرر ہُوا۔

بظاہر یہ صورت حال تیمور کے حق میں تھی۔ اس کے دونوں دیرینہ مقتدر حریف بایزید جلایر اور حاجی برلاس ختم ہو چکے تھے۔ وہ اپنے قبیلے اور شہر سبز کا بلاشرکت غیرے سردار بن چکا تھا۔ دو جلیل القدر مغل شاہزادوں کی نیابت میں ماوراالنہر کی امارت بھی اس کے ہاتھ آچکی تھی۔ یوں اسے برسوں بعد اپنے مستقبل کی نئی تعبیر کا ایک کشادہ موقع نصیب ہو رہا تھا لیکن اس کی غیور طبیعت اہلِ وطن پر مغلوں کے ظلم وستم برداشت نہ کر سکی۔

ایک بار سمرقند کی کچھ کمسن لڑکیاں کنیز بنا کر المالیک بھیجی جا رہی تھیں جن میں کچھ سیّد زادیاں بھی شامل تھیں۔ تیمور کو خبر ملی تو اس نے سخت احتجاج کیا۔ الیاس اور بی کی جوک نے اس پر کوئی توجہ نہ دی کیونکہ مغل ابتک مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں سے

maablib.org

دِل میں کینہ رکھتے تھے۔ سیّدزادیوں کو کنیز بنا کر بھیجنے سے ان کی غرض مسلمانوں کی تذلیل بھی تھی۔ آخر جب قیدیوں کا قافلہ روانہ ہی کر دیا گیا تو تیمور کا پیمانۂ صبر چھلک گیا۔ دینی اور وطنی حمیّت نے ہر مصلحت بالائے طاق رکھوا دی۔ انجام سے بے نیاز ہو کر اس نے قیدیوں کے اس قافلہ کو جا لیا اور بزورِ شمشیر انہیں آزاد کرا دیا۔

فاتح مغل، تیمور کی یہ جسارت بھلا کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ مدّت کے بعد وسط ایشیا میں انہیں دوبارہ اقتدار حاصل ہُوا تھا۔ تیمور کے اس فعل کو انہوں نے اپنے رعب و دبدبہ پر ایک ضرب قرار دیا اور خان نے غضبناک ہو کر فی الفور اس کی موت کا پروانہ جاری کر دیا۔

سنگین آزمائش

maablib.org

اس واقعہ کے بعد تیمور کی زندگی ایک نئے دَور میں داخل ہو گئی، جس کا ابتدائی حصّہ اس کے لئے بے حد صبر آزما ثابت ہُوا۔ جان بچانے کے لئے اسے اپنی محبُوب بیوی کے ساتھ صحرا نوردی

کرنی پڑی ۔ ریگستانوں میں بھوک پیاس کی سختیاں جھیلنی پڑیں ۔ جائے پناہ کی تلاش میں وہ مارا مارا پھرا ۔ خیوا میں اس نے ایک تباہ کن لڑائی لڑی ۔ ساتھیوں اور گھوڑوں سے محروم ہوا ۔ پا پیادہ سفر کرنا پڑا ۔ بیوی سمیت قید و بند کی دردناک صعوبتیں برداشت کیں لیکن وہ یہ سب کچھ ہنس کھیل کر جھیل گیا ۔ اس کے حوصلے پست نہیں ہوئے ۔ صعوبتوں اور ناکامیوں نے اس کے ارادوں میں اور سختیاں پیدا کر دیں اور وہ مغلوں کو ملک بدر کر دینے کے لئے طاقت حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا رہا ۔

صحرانوردی کے ایام میں اچانک اسے ایک اور صحرانورد مل گیا ۔ بالکل اپنا جیسا مجنون ، تیغ آزما ۔ وہ بھی مغل خان سے نفرت کرتا تھا ۔ اس سے ایک سخت جنگ کر چکا تھا اور شکست کھا کر گوشۂ عافیت کا متلاشی تھا ـــــ اس کا نام تھا حسین ، امیر کابل ، تیمور کی بیوی کا بھائی ۔

پریشانی کے ایام کی رفاقت ایک دوسرے کو قریب تر لے آئی اور خیوا والوں سے ان کے مثالی معرکے نے ایک کی قیمت دوسرے کی نظروں میں بڑھا دی ۔ وہ ایک دور دراز صحرا میں بالکل بے سروسامان

maablib.org

پڑے تھے مگر بڑے اعتماد کے ساتھ مستقبل کا پروگرام بنا رہے تھے۔ ایک نے دُوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کر کے آئندہ ملاقات کا وقت و مقام طے کیا اور پھر رُخصت ہو کر اپنے اپنے وطن کے عازم ہو گئے۔

کئی ماہ کی عقوبتیں برداشت کرنے کے بعد تیمور نے اپنے ایک دوست سردار کے ہاں قیام کیا جہاں سے اس نے چند گھوڑے اور پندرہ سوار ساتھ لئے اور چھپتا چھپاتا سمرقند کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغل اب بھی اس کی تلاش میں تھے مگر تیمور ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہوا منزلِ مقصود کے قریب جا پہونچا۔ ایک نواحی گاؤں میں اس نے اپنی چہیتی بیوی کو محفوظ کیا اور رات کی تاریکی میں داخلِ سمرقند ہو گیا جہاں وہ ڈھائی مہینہ سے زیادہ خفیہ طور پر مقیم رہا۔ اس عرصہ میں وہ دوستوں اور ہموطن سرداروں سے چھپ چھپ کر ملتا رہا۔ انہیں بغاوت کے لئے ابھارتا رہا۔ ان میں جوش و ہمت پیدا کرتا رہا۔ لوگ اُس کے جذبات کی قدر کرتے۔ اس سے عزت و محبت کے ساتھ پیش آتے۔ اصُولی طور پر اس کے عزائم سے اتفاق کرتے لیکن بغاوت کے لیے وقت کو مناسب

نہ سمجھتے اور معذوری ظاہر کر دیتے تھے — مغلوں کی طاقت اپنے شباب پر تھی جن سے ٹکرانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

بلا شبہ تیمور ڈھائی ماہ کی کوششوں سے کوئی فوری نتیجہ حاصل نہ کر سکا لیکن سمرقند کے قیام سے اس کی پریشانیوں کی مدت ختم ہوگئی اور شہرت و کامیابی کے آئندہ سلسلوں کی بنیاد پڑ گئی۔ مایوسیوں کے افق پر امید کی ایک کرن پھوٹنے لگی اور لوگ تازہ انقلاب اور اس کے قائد سے متعارف ہو گئے۔ بعضوں نے اسے خفیہ طور پر امداد دی اور کتنے ہی سر پھرے بہادر اس کے اشارہ پر مر مٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔

اسی عرصے میں تیمور کو احساس ہوا کہ مغل سمرقند میں اس کی موجودگی سے واقف ہو گئے ہیں۔ مزید خطرات سے دوچار ہونا دانشمندی کے خلاف تھا — تیمور جاں نثاروں کی ننھی جمعیت لے کر شہر سبز چلا گیا جہاں کچھ اور آزمودہ کار سردار اور بہادر سپاہی بھی ساتھ ہو گئے۔ اب امیر حسین سے ملنے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ اس لئے تیمور نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ افغانستان کی راہ لی اور اس سفر کا آغاز کیا جس کی

کامیابی پر اس کے روشن مستقبل کا انحصار تھا۔ لہٰذا احتیاط
اور جوانمردی دونوں ہی سے کام لینا تھا۔ مغلوں کے
لشکروں سے بچتے ہوئے اس نے افغانستان میں پانچ سو
میل کا طویل چکر لگایا۔ اس کا راستہ سنگلاخ چٹانوں بلند
پہاڑوں اور تنگ دروں میں سے ہو کر گذرتا تھا۔
ان دشواریوں کے علاوہ جگہ جگہ مقامی قبائل اور قزاقوں
کے حملے کا بھی خطرہ تھا۔ اس پر متعدد حملے کئے گئے
لیکن اس سے تیمور کی دولت اور طاقت میں اضافہ ہی
ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ طے شدہ مقام پر وہ اپنے حلیف
امیر حسین سے جا ملا۔

مغلوں پر پہلی فتح

اولوالعزم اور بہادر امیر حسین نے بھی اس وقت
تک ایک خاصی جمعیت اپنے گرد اکٹھی کر لی تھی۔ باہم
مل جانے کے بعد ان کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔ دونوں
نے پہلے سے طے شدہ کارروائیوں کا آغاز کر دیا اور
جنگ با صلح کے ذریعہ جنوبی افغانستان کے قبائلیوں
کو مطیع بنانے لگے۔ یہ علاقہ مغلوں سے خالی تھا۔
اس لئے ان کی قوت و دولت میں دن دونا رات

چوگنا اضافہ ہوتا رہا۔ اس عرصے میں ان کا سب
سے بڑا معرکہ سجستان میں پیش آیا۔ والئ سجستان نے
پہلے تو اپنے چند طاقتور باغیوں کے خلاف ان سے
مدد چاہی۔ پھر وہ امیر حسین کی سخت گیری سے خائف
ہوکر اپنے باغی سرداروں سے جا ملا۔ عین جنگ کے
موقع پر اس اچانک تبدیلی نے صورت حال کو نازک
کردیا تھا مگر تیمور کی ذاتی شجاعت نے بگڑی ہوئی صورت
حال کو سنبھال لیا۔ اسی خونریز معرکے میں شدید زخمی
ہو کر وہ زندگی بھر کے لئے لنگڑا ہو گیا لیکن یہ فتح
اس کے روشن مستقبل کا سنگ میل ثابت ہوئی۔ جس
کے بعد وہ مغلوں سے کھل کر ٹکر لینے کے قابل ہو گیا۔
جنگ کے بعد تیمور کئی ہفتے بستر پر پڑا رہا۔ زخموں
کی کثرت کے باعث اسے چلنے پھرنے کا یارا نہ تھا۔
چھتی بیوی الجائی اور ننھا جہانگیر ہر وقت بستر کے
قریب رہتے اور اس کی تیمارداری کرتے رہتے۔ گھریلو
زندگی کے اعتبار سے یہ چند ہفتے تیمور کے لئے بڑے
دلکش تھے مگر اس کی بے چین طبیعت نے اُسے زیادہ
دنوں اس آسائش کا لطف نہ لینے دیا۔ بازو اور پیر
کا زخم پوری طرح ٹھیک بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس

نے بیوی اور بچے کو الوداع کہا۔ شہسواروں کی ایک جمعیت کو ساتھ لیا اور تیزی کے ساتھ مغلوں سے نپٹنے کے لئے چل دیا۔

اس اثنا میں اس کا پُرجوش حلیف امیر حسین مغلوں سے ٹکر لے کر شکست کھا چکا تھا۔ اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا تھا مگر اس خبر سے بھی تیمور کے حوصلوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ وہ برابر آگے بڑھتا گیا۔ امیر حسین کے منتشر دوستوں کو تلاش کر کر کے اس نے اپنے ساتھ کیا حتیٰ کہ امیر حسین خود باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ اس سے آملا۔ تیمور کی اس بہادرانہ فوج کشی نے اہلِ ماوراءالنہر میں بھی ہلچل پیدا کر دی۔ محبانِ وطن جانبازوں کی ٹولیاں ہر منزل پر آ کر اس سے ملتی گئیں۔ بڑھتے بڑھتے تیمور دریائے آمو کے اس مقام پر آ پہونچا، جس کی دوسری طرف شہرسبز واقع تھا۔ مغلوں کا سب سے بڑا لشکر اپنے سپہ سالار بی کی جوک کی سرکردگی میں شہر کے نواح میں مقیم تھا۔ اسے جب تیمور کے حملہ آور ہونے کی خبر ملی تو یلغار کرتا ہوا دریا کے کنارے آ پہونچا۔ تیمور کی فوج کی تعداد مغلوں کے مقابلہ میں چوتھائی سے زیادہ نہ تھی۔ مگر تیمور کسی بھوکے شیر کی طرح میدان میں

آ کودا۔

مغلوں نے آتے ہی دریا کے سارے گھاٹ روک لیتے تھے لہذا تیمور نے دریا کے برابر برابر نشیب کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مغل سمجھ گئے کہ اس کی یہ حرکت کسی محفوظ مقام سے دریا پار کرنے کے لئے ہے اس لئے وہ بھی دوسرے کنارے پر چلتے رہے۔

ایک ماہ کی اس خاموش نقل و حرکت کے بعد دونوں لشکر پتھر کے ایک پُل کے قریب جا پہونچے۔ اس مقام پر دونوں نے ڈیرے ڈال دیتے۔ مغل جس کنارے پر قابض تھے، ادھر پُل کے سامنے نیم دائرہ بناتا ہُوا ایک طویل سلسلۂ کوہ تھا۔ ان کا لشکر سلسلۂ کوہ کے نشیب میں ذرا ہٹ کر خیمہ زن ہوگیا اور تیمور کے دریا پار کر آنے کا انتظار کرنے لگا۔

تیمور نے ایک لاجواب چال سے کام لیا۔ اپنے کشادہ کیمپ کو ڈیروں خیموں کے ساتھ جوں کا توں چھوڑ دیا اور صرف پانچسو سپاہیوں کے علاوہ، جو پوری فوج کے موجود ہونیکی نمائش کرتے رہے، باقی ساری فوج لیکر رات کی تاریکی میں پل پار کر لیا۔ دُوسرے دن جب مغلوں کے جاسُوسوں نے پل کے پار نشانات دیکھے تو اپنے

سپہ سالار کو ایک بڑے لشکر کے دریا پار آجانے کی خبر دی۔ تیمور کا کیمپ اسی طرح سپاہیوں اور گھوڑوں سمیت نظر آرہا تھا۔ سپہ سالار تشش و پنج میں پڑگیا وہ کسی کارروائی کا فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ تیمور پل پر سے گذر کر سیدھا ہلال نما سلسلۂ کوہ میں جا چھپا۔ رات کو اس نے پہاڑوں کے دائرہ میں بلندی پر لاتعداد الاؤ روشن کرائے۔ مغلوں کے سپہ سالار بی کے جوک نے جو یہ منظر دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اور اپنے کو بے شمار دشمنوں کے نرغہ میں محسوس کرنے لگا۔ اب اس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح اپنی فوج کو بچا کر نکال لے جائے۔ گھبراہٹ اور بدحواسی میں اس نے صبح ہوتے ہوتے فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا۔ تیمور اسی موقع کا منتظر تھا۔ اس کے شہسوار درّوں، چٹانوں اور گھاٹیوں کی اوٹ سے نکل نکل کر مغلوں پر ٹوٹ پڑے۔ مغل اپنی تنظیم برقرار نہ رکھ سکے۔ ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ بی کے جوک نے اس انتشار کو ایک منظم پسپائی میں بدلنے کے لیئے جان لڑا دی مگر تیمور نے سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ ایک مقام پر اس کی مغل سپہ سالار سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں نے ایک

دوسرے سے مبارزت طلبی کی۔ تیمور نے انفرادی مقابلے میں دو مغل سرداروں اور بی کی جوک کو گرفتار کر لیا۔ مغلوں کی اس ہزیمت پر مقامی، روپوش قبائل بھی میدان میں نکل آئے ۔ تیمور نے تعاقب کا کام ان قبائل کو سونپ کر شہر سبز کی راہ لی جہاں ابتک دشمن کی ایک بڑی فوج قابض اور قلعہ بند تھی۔ تیمور شہر سے کچھ دور پہنچ کر ٹھہر گیا۔ یہاں اس نے اپنے سپاہیوں کو ایک محدود دائرہ میں چکر لگا کر صرف دھول اڑاتے رہنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی پوری تعمیل کی گئی۔ ہر طرف سے اتنا زبردست غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہونچا۔ شہر سبز کی قلعہ بند فوج نے یہ مہیب غبار دیکھا تو گھبرا گئے۔ وہ سمجھے کہ کوئی بہت بڑی فوج ان پر حملہ آور ہو رہی ہے ــــ انہوں نے بغیر جنگ کیئے آناً فاناً شہر کو خالی کر دیا۔ جس کا جدھر منہ اٹھا اُدھر بھاگنے لگا۔ کچھ بچ کر نکل گئے اور بیشتر مقامی قبائل کے ہاتھوں مارے گئے۔

اب ماوراءالنہر کے چپہ چپہ میں مغلوں کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی۔ ہر شخص ان کا جانی دشمن ہوگیا اور بہ ہزار خرابی بچے کھچے لوگ دریائے سیر کے پار

پہنچ سکے۔ شہزادہ الیاس مغلوں کو دوبارہ منظم کر کے کسی حملہ کی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے باپ کی وفات کی خبر ملی وہ چار و ناچار المیلیک واپس چلا گیا۔

مؤرخین تیمور کی ان دونوں فتوحات کو الاؤ اور ڈھول کی فتح قرار دیتے ہیں۔ ان فتوحات نے اس کو شہرت و عظمت کے بامِ عروج پر پہونچا دیا۔ پورے وسط ایشیا میں اس کے کارناموں کے گن گائے جانے لگے۔ شخصیت و مرتبہ کے لحاظ سے اب امیر حسین کے بعد اسی کا نمبر تھا۔

فتوحات کی خوشی میں ایک ملک گیر جشن منایا گیا۔ اس موقع پر تیمور نے گرفتار مغل سپہ سالار بی کی جوک اور اس کے ساتھی سرداروں کو تحائف پیش کئے۔ پھر انہیں عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ تیمور کے اس فیاضانہ عمل سے اس کے دشمن مغل بھی اسے عزت و احترام کی نظر سے دیکھنے لگے اور اس کی شجاعت و جرأت کا کھل کر اعتراف کرنے لگے۔ البتہ امیر حسین کو تیمور کی اس طرح کی بخشش و فیاضی کبھی پسند نہ آئی۔ تلخیوں نے اسے بے حد درشت اور سخت گیر بنا دیا تھا۔ مزاج کے اس فرق کے علاوہ دلاوری

اور اولوالعزمی کے لحاظ سے اُن میں مکمل یکسانیت تھی لیکن یہی معمولی فرق آگے چل کر کافی اہمیت اختیار کر گیا اور اسی پر علیحدہ علیحدہ ان کے مستقبل کی تعمیر ہوئی۔

مغلوں سے دوسری جنگ اور شکست

شہزادہ الیاس اپنے تباہ حال مغلوں کو لے کر واپس ہو چکا تھا مگر تیمور اور امیر حسین دونوں ہی اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کی واپسی قطعی عارضی ہے۔ داخلی معاملات سے فراغت پاتے ہی وہ پوری شدّت سے حملہ آور ہوگا۔ ان کا خیال درست ثابت ہوا۔ الیاس کو باپ کی جگہ خان بننے میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئی۔ چغتائی قیادت ہاتھ میں آتے ہی اس نے شہسواروں کا ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا اور پورے تزک و احتشام کے ساتھ ماوراء النہر کے باغیوں کو سزا دینے کے لئے چل کھڑا ہوا۔

ادھر یہ دونوں امیر بھی تیاریوں سے غافل نہ تھے۔ جونہی خان کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا، تیمور نے آگے بڑھ کر دریائے سیر کے اس پار جا کر ان کا استقبال کیا۔ یہاں امیر حسین بھی تیمور کے ساتھ آ ملا۔

اس مرتبہ مغلوں کا لشکر پہلے سے بڑا تھا مگر تیمور

اور امیر حسین کے شہسواروں کی تعداد ان سے بھی زیادہ تھی۔ وسط ایشیا کے تقریباً سارے جنگجو قبائل اس بار ان کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے اور ان کی کامیابی میں کسی کو شبہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا۔

جنگ شروع ہونے سے قبل ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ نظر آنے لگی۔ یہ صورتِ حال مغلوں کے حق میں تھی۔ ان کا لشکر بلندی پر تھا۔ میدان میں جہاں اُن کی فوجیں تھیں اس کے اردگرد پانی کی نکاسی کے لئے انھوں نے نالیاں کھود لی تھیں۔ تیمور اور امیر حسین کی فوجیں نشیب میں تھیں اور وہ پانی کیچڑ اور دلدل کے ایک بڑے سمندر میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ بارش سے کمانیں بیکار ہو چکی تھیں اور کیچڑ کی وجہ سے منظم پیش قدمی مشکل تھی مگر تیمور پسپائی کا قائل نہ تھا اس نے پیش قدمی ہی کا فیصلہ کیا۔

وہ اپنی فوج لے کر بڑھا اور دشمن کے طاقتور بازو سے جا ٹکرایا۔ مغل شہسوار آہنی دیوار بن گئے اور تیمور کا حملہ ناکام رہا۔ اب مغلوں نے جوابی حملہ کیا اور

تیمور کے شہسواروں پر چھا گئے۔ صورت حال کو دیکھ کر تیمور اپنے خاصے کے سواروں کو لے کر آگے بڑھا۔ اس کی نگاہ مغل علمبردار پر تھی۔ صفوں کو چیرتا ہوا وہ اس تک پہنچ گیا۔ چند ہی لمحات بعد مغلوں کا علم زمیں بوس ہو رہا تھا اور بہادر علمبردار خاک و خون میں لوٹ رہا تھا۔ اس سے مغلوں میں ایک سراسیمگی پھیل گئی اور ان کا غلبہ مغلوبیت سے بدلنے لگا۔

اب تیمور محاذ کے دوسرے حصّہ کی جانب متوجّہ ہوا۔ ادھر کے حالات اچھّے نہ تھے۔ امیر حسین پسپا ہو رہا تھا۔ مغل اس پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ تیمور کی فوج کا بڑا حصّہ پیچھے ہٹتے ہوئے مغلوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ دوسری طرف امیر حسین کے محاذ کی حالت اس کے برعکس تھی۔ تیمور کے ساتھ اس وقت بہت تھوڑے سے آدمی تھے پھر بھی اس نے کمال بے جگری سے امیر حسین پر حملہ آور فوج کے عقب پر حملہ کر دیا۔ مغل اس خلاف توقع حملہ سے بوکھلا گئے۔ ان میں بھگدڑ مچنے لگی۔ تیمور چاہتا تھا کہ امیر حسین بھی فی الفور سامنے سے یلغار کر دے۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی قاصد امیر حسین کے پاس

maablib.org

بھیجے بھی مگر اس کا رویہ تیمور کے لئے مایوس کن رہا۔ اس نے نہ صرف پیغام لانے والوں کو سختی سے جھڑک دیا بلکہ بُرا مان کر حملہ بھی نہ کیا۔ مجبوراً تیمور کو وہاں سے پلٹنا پڑا۔ امیر حسین کا یہ توہین آمیز برتاؤ اسے سخت ناگوار گذرا۔ اسی بات سے دونوں دوستوں کے دلوں میں میل آگیا۔

رات گذار کر دُوسرے دن تیمور تنہا اپنے لشکر کے ساتھ مغلوں کے مقابلہ پر نکلا۔ اس دن بھی سخت بارش ہو رہی تھی۔ تیمور غصے میں آگے بڑھ کر خان الیاس کے لشکر سے جا ٹکرایا۔ مغلوں نے ہر طرف سے پھیل کر یورش کر دی۔ وہ اس کو نرغہ میں لے کر ختم کر دینا چاہتے تھے۔ جس کو تیمور نے سمجھ لیا۔ اس نے ایک ارادی پسپائی کی کوشش کی مگر مغلوں نے اس کو ناممکن بنا دیا اور تیمور کو شکست فاش ہو گئی۔ وہ اپنے لاتعداد بہادروں کے لاشے چھوڑ کر فرار پر مجبور ہو گیا۔ حسین دُور سے تماشا دیکھتا رہا۔ اس نے تیمور کی کوئی مدد نہ کی۔

اب تیمور سرعت کے ساتھ سمرقند پہونچا۔ وہاں اس نے مغلوں کے متوقع محاصرہ کے خلاف مکمل انتظامات کئے اور مزید فوج کا بندوبست کرنے کے لئے اپنے وطن شہر سبز کا عازم ہو گیا۔ دل شکستہ تیمور کو یہاں

ایک اور سنگین سانحے سے دو چار ہونا پڑا — شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی محبوب بیوی الجائی آغا داغِ مفارقت دے چکی تھی اور اپنے محل کے باغ میں ابدی نیند سو رہی تھی۔

یہ دوسرا صدمہ تیمور کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ ٹوٹا ہوا دِل سچے ساتھی کے بچھڑ جانے سے چور چور ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹے جہانگیر اور قبیلہ کے جملہ افراد کو ساتھ لیا اور وادیٔ کمرِ دد میں جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں گذشتہ سال اس نے زخمی حالت میں کئی ہفتے گذارے تھے۔ محبوب الجائی نے یہیں اس کے ناسوروں پر محبّت کے پھاہے رکھے تھے۔ بیتے ہوئے دنوں کی یادیں کلیجے کو مسوسنے لگیں اور تیمور کو غمِ ماضی سے چھٹکارا پانے کے لئے تلاوتِ قرآن و نماز کا سہارا لینا پڑا۔ اس سے چھٹی ملتی تو جہانگیر کو پیار کرنا اور شطرنج کھیلنے میں لگ جاتا۔

اس عرصہ میں ملک میں بعض غیر معمولی واقعات پیش آئے — امیر حسین شکست کے بعد افغانستان کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا تھا اور مغلوں نے سمرقند کا

محاصرہ کر لیا تھا - اہالیانِ سمرقند دونوں امیروں کی غیر حاضری سے بددل ہو رہے تھے - اتنے میں بخارا کا ایک مفتی سمرقند آگیا جس نے لوگوں میں ایک جوش و خروش پیدا کیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ شہر سے باہر نکل کر انہوں نے مغلوں پر تابڑ توڑ حملے کیئے - حسنِ اتفاق سے اُن ہی ایام میں مغلوں کے گھوڑوں میں کوئی خوفناک وبا پھیل گئی - دیکھتے ہی دیکھتے ان کے تین چوتھائی گھوڑے مر گئے - بغیر گھوڑوں کے جنگ جاری رکھنا ان کے لئے ناممکن ہو گیا - نتیجے میں انہیں سامان باندھ کر باحسرت و یاس پا پیادہ وطن واپس ہونا پڑا -

یہ خبر سُن کر امیر حسین سمرقند لوٹ آیا - اہل سمرقند نے اس کا پرجوش استقبال کیا - فتح کے جشن منائے گئے امیر حسین نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اپنے نانا امیر کزگان کی طرح، ایک طرہ شاہزادے کو ملک کا نمائشی بادشاہ بنا دیا اور خود امیر الامراء بن کر حکومت کرنے لگا - تیمور کے پرستار ایسے موقع پر اسے کیسے نظرانداز کر سکتے تھے - ان کے وفود کمرود میں اس کے پاس آئے اور بالآخر اسے واپس لانے میں کامیاب ہو گئے -

تیمور کے کارنامے امیر حسین سے کم نہ تھے بلکہ کچھ زیادہ ہی تھے۔ پھر تیمور کا مزاج اور لوگوں سے اس کا سلوک بھی امیر حسین کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ تھا لیکن امن کے زمانے میں تاتاری روایت کے مطابق، اعلیٰ مناصب کے لئے، حسب ونسب اور خاندانی برتری کو فوقیت دی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں امیر حسین کو یہ تفوق حاصل تھا کہ اس کا باپ کابل کا امیر تھا۔ ماوراالنہر کا جلیل القدر امیر تھا اور وہ خود شاہزادے کی حیثیت رکھتا آیا تھا اس کے مقابلے میں تیمور صرف برلاس قبیلہ کا سردار تھا۔ مجبوراً تیمور کو امیر حسین سے کم رُتبہ قبول کرنا پڑا۔

خانہ جنگی اور باہمی کشمکش

ملکی اقتدار میں تیمور اور امیر حسین کی شرکت زیادہ عرصہ نہ نبھ سکی۔ دونوں کے مزاجوں کا اختلاف باہمی تعلقات کو خراب کرتا چلا گیا۔ تیمور کے ذمہ لگان اور محاصل کی وصُولی، اراضیات کی تقسیم اور معاملات دیوانی کے تصفیہ کے فرائض تھے۔ ان فرائض کی ادائیگی میں وہ حقیقت پسندانہ روّیہ اختیار کرتا تھا۔ امیر حسین کی

سخت گیر اور انتہا پسند طبیعت اسے پسند نہ کرتی تھی۔ وہ من مانا محصول وصول کرنے کا عادی تھا۔ اس نے تیمور کے قبیلہ برلاس پر بھاری ٹیکس عائد کر دیا۔ مغلوں کے خلاف جنگ میں اس قبیلہ نے جو قربانیاں دی تھیں اور جتنا زبردست نقصان اٹھایا تھا، اس کے پیش نظر یہ صریحاً زیادتی تھی۔ تیمور نے غصہ میں آکر سارا مطلوبہ محصول اپنی جیب سے ادا کر دیا جس میں وہ خاص زیورات بھی شامل کر دیئے جو اس کی چہیتی بیوی الجائی ساتھ لائی تھی۔ حسین نے اپنی بہن کے زیورات پہچان لیے مگر اس کے باوجود انہیں رکھ لیا۔

ہوتے ہوتے دونوں امیروں کے مزاج اور ظرف کا یہ اختلاف خانہ جنگی میں تبدیل ہو گیا۔ تقریباً چھ سال تک ملک کے حالات قطعی غیر یقینی رہے۔ اس داخلی انتشار سے فائدہ اٹھا کر مغل بھی وقتاً فوقتاً حملہ آور ہوتے رہے اور نتیجہ میں ماوراالنہر کا سرسبز و شاداب علاقہ میدان جنگ بن کر رہ گیا۔ کبھی کسی کی جیت ہوتی کبھی کسی کی۔ ہر طرف تباہی بدحالی اور طوائف الملوکی کا دَور دورہ تھا۔

امیر حسین بد دماغ، درشت مزاج اور ظالم تھا

پھر بھی خاندانی برتری آڑے آجاتی تھی۔ تیمور کا پلڑا اس کے مقابلے میں بھاری نہ ہو پاتا تھا۔ آخر ایک موقع ایسا آگیا کہ تیمور کے ساتھیوں کی تعداد صرف دو سو چالیس رہ گئی۔ اُسے اپنے بال بچوں کی حفاظت کے لیئے کوئی قلعہ بھی میسّر نہ آسکا۔

اتنی طویل جدو جہد اور عظیم کارناموں کے بعد یہ انتہا تھی تیمور کے زوال کی کہ ایک بہت ہی مختصر جمعیت اس کے ساتھ تھی اور وہ بھی اس عالم میں کہ وہ زیادہ دن دشمنوں کی مدافعت نہ کرسکتی تھی۔ اب تیمور کے لیئے ملک سے ہجرت کر کے چلے جانے کے سوا چارۂ کار نہ رہا —— آخر یہ مشہور ہو گیا کہ تیمور ملک چھوڑ کر ہرات جا رہا ہے۔ پھر اس کا قافلہ ہرات کی سمت کوچ بھی کرنے لگا۔ راہ میں ملنے والے مسافر، تاجر تیمور سے پُوچھتے تو ہرات ہی کا عزم ظاہر کرتا —— مگر تیمور کے زوال کی یہ انتہا حقیقتاً اس کے عروج کا پیش خیمہ تھی۔

ماوراءالنہر میں دوست اور دشمن ملے جُلے جذبات کے ساتھ اس کی اس نامرادی کا ذکر کر کے عبرت حاصل کر رہے تھے۔ اسی عالم میں اچانک

سنسنی خیز طور پر یہ خبر گشت کرنے لگی کہ تیمور نے مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ کرشی کے ناقابلِ تسخیر قلعہ کو فتح کر لیا!

کرشی کا قلعہ خود تیمور کا تعمیر کرایا ہوا تھا جس کو ناقابلِ تسخیر بنانے میں اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ گردش زمانہ سے یہ قلعہ بھی اس کے ہاتھوں سے جاتا رہا تھا۔ امیر حسین کی جانب سے ایک آزمودہ کار کمانڈر اس پر تین ہزار بہادروں کے ساتھ قابض تھا۔ تیمور جانتا تھا کہ ایسے بُرے دَور میں کسی قلعہ کے بغیر قدم جمنا مشکل تھا اور گردونواح میں کرشی سے زیادہ مضبوط اور محفوظ کوئی قلعہ نہ تھا۔

موسیٰ جیسا تجربہ کار سپاہی اگر اپنی کثیر جمعیت کے ساتھ قلعہ میں موجود ہوتا تو تیمور کے لئے واقعی اس کا حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا مگر گرمیوں کی شدت میں موسیٰ کی عیش پسندی نے قلعہ میں رہنا گوارا نہ کیا۔ تیمور سمجھتا تھا کہ اس موسم میں موسیٰ کسی کھلی جگہ دریا کے کنارے دادِ عیش دے رہا ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی جانتا تھا کہ موسیٰ

فرض شناس اور ہوشیار بھی ہے ۔ اس کو تیمور کے نزدیک ہونے کا شبہ بھی ہو جائے گا تو قلعہ میں ہی جم کر بیٹھا رہے گا ۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے ہرات جانے کی خبر مشہور کرا دی تاکہ موسیٰ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائے —— اور اس کا یہ منصوبہ صد فی صد کامیاب ہُوا ۔

موسیٰ کو تیمور کے ہرات جانے کی تصدیق ہو چکی تھی لہٰذا اس نے قلعہ اپنے لڑکے کے سپُرد کر دیا تھا اور خود دریا کے کنارے خیمہ زن ہو کر رقص و شراب سے جی بہلا رہا تھا ۔ تیمور اسی موقع کا منتظر تھا ۔ ہرات کی طرف جاتے جاتے وہ یکایک سرعت کے ساتھ پلٹا اور ایک محفوظ مقام پر دریا پار کر کے کرشی کی سمت روانہ ہو گیا ۔ رات کی تاریکی میں کمند لگا کر چند ساتھیوں کے ساتھ وہ قلعہ کی فصیل پر پہونچا اور جاتے ہی برجوں میں سوئے ہوئے پہرداروں پر قابُو پا لیا ۔ پھر اس کے باقی ساتھی بھی یکے بعد دیگرے فصیل پر پہونچتے رہے ۔ صبح ہوتے ہوتے تیمور اس غیر معمُولی قلعہ پر پوری طرح قابض ہو چکا تھا ۔ قلعہ کے اندر رہنے والے سپاہی تیمور کی

جمعیت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے ۔ بیشتر نے بغیر لڑے بھڑے ہتھیار ڈال دیئے ۔ تیمور نے موسٰی کے اہل و عیال کو عزت و احترام کے ساتھ اس کے پاس بھیج دیا ۔ البتہ اس کے لڑکے کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا ۔

کرشی کی اس حیرت ناک تسخیر سے تیمور، بہادر تاتاریوں میں بے حد مقبول ہو گیا ۔ وہ اسے ایک غیر معمولی انسان تصوّر کرنے لگے ۔ پھر جب امیر حسین اور اس کے کارگذار سرداروں کی مسلسل یلغاروں میں وہ قلعہ کی حفاظت کرتا رہا تو اس کے دشمن کے دلوں پر بھی اس کی عظمت کا سکّہ بیٹھ گیا ۔

اب تیمور کے مزاج اور اس کے سلوک نے خاص و عام کو متاثر کرنا شروع کیا اور امیر حسین کے برتاؤ کا اس سے موازنہ کرنے لگے ۔ امیر حسین کے ساتھ جو نامور سردار خاصا وقت گذار چکے تھے وہ اس سے بیزار ہونے لگے اور ٹوٹ ٹوٹ کر تیمور کے پاس آنے لگے ۔ تیمور کی مقبولیت یہاں تک بڑھ گئی کہ نامور چنگیزی شاہزادے بھی اس کا دم بھرنے لگے ۔ پچھلی چوتھائی صدی سے وہ اس کا

نام سنتے چلے آ رہے تھے اور انہیں یقین ہو چکا تھا کہ نصرتِ خداوندی اس کے ساتھ ہے اور ایسے شخص کا ساتھ دینے ہی میں بھلائی ہے ۔ یہ شاہزادے اس وقت تک بہت سے امیروں کو آزما چکے تھے مگر انہوں نے اب تک کردار اور مزاج کے اعتبار سے کسی کو تیمور سے بہتر نہ پایا تھا ۔

اب تیمور کی قوت میں خود بخود اضافہ ہو رہا تھا ۔ امیر حسین کی شان و امارت کا سورج تیزی کے ساتھ ڈھل رہا تھا ۔ حتیٰ کہ وہ بلخ میں روپوش ہوا اور گرفتار ہو گیا اور اس کا معاملہ سرداروں کی مجلس میں پیش ہوا جس نے اسے موت کی سزا دی ۔ اس طرح تیمور کی مطلق امارت کے دور کا آغاز ہوا ۔ ملک کے اندر اب اس کا کوئی رقیب نہ رہا تھا ۔ حسنِ انتظام اور سلوک و بخشش سے سرداروں اور بہادروں کے دل اس کی مٹھی میں آ چکے تھے ۔ چند ہی دنوں میں اس نے اپنے اقتدار کو ماوراء النہر میں منظم و مستحکم کر کے ناقابلِ شکست بنا دیا ۔ اب وہ چونتیس برس کا تھا ۔

maablib.org

دورِ استقلال و فتوحات

یہاں سے ماوراءالنہر میں تیموری فتوحات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اس نے مغلوں کی طرف توجہ دی۔ مغل ہمیشہ سے خود کو اپنے علاقوں میں محفوظ سمجھتے آئے تھے۔ وہ جب چاہتے، پہاڑوں سے نیچے آ کر حملہ آور ہو جاتے۔ ناکام ہونے کی صورت میں اپنے مسکنوں کو واپس چلے جاتے اور بے فکری کے ساتھ نئے حملہ کی تیاریاں کرنے لگتے۔

تیمور نے ان کے حملوں کا انتظار کرنے کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خود ان کے علاقوں پر دھاوے بولنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ مقابلہ ماضی کی روایات کے بالکل برعکس تھا۔ مغل اس کا توڑ نہ کر سکے۔ انہوں نے سرحدی علاقوں سے اپنے مرکز حصار الملیک کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اب نہ ان میں ماوراءالنہر پر حملے کی جسارت تھی اور نہ ہی طاقت میں اضافہ کرنے کی مہلت۔ یوں تیمور نے مغلوں کی جانب سے یک گونہ سکون حاصل کر لیا۔

اب اگر اس کو گرد و نواح میں کسی کی طرف سے خطرہ تھا تو وہ خوارزم اور ہرات کی مملکتیں تھیں۔ امیر حسین سے اس کی خانہ جنگیوں کے دوران انہوں نے ماوراءالنہر کے علاقوں پر ہاتھ مارا تھا۔ یہ دونوں ریاستیں نسلی قرابت کی وجہ سے مغلوں کی حلیف بھی تھیں ——— تیمور نے انہیں پہلے تو صلح کے ذریعہ اپنا بنانا چاہا مگر اس میں ناکامی ہوئی تو فوجوں کو حرکت میں لے آیا۔

خوارزم کے فرمانروا یوسف سے، اس نے جہانگیر کے لئے اس کی بیٹی کے رشتے کی درخواست کی تھی جسے یوسف نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا تھا۔ اسے تیمور کی طاقت و مرتبہ کا صحیح اندازہ نہ تھا مگر جب تیمور لشکر جرار لے کر اس کے مرکزِ حکومت اور گنج کے قریب جا پہونچا تو مقابلہ کی ہمت نہ پاکر وہ قلعہ بند ہو گیا۔ تیمور نے محاصرہ کر لیا۔ آخر اس نے تیمور کو انفرادی مقابلے کی دعوت دی۔ تیمور یہ دعوت قبول کر کے تن تنہا قلعہ کے دروازہ پر جا پہونچا مگر یوسف باہر نہ نکلا۔ کچھ ہی دن بعد اتفاقاً اس کی موت واقع ہو گئی۔ اہلِ قلعہ نے تیمور

کی اطاعت قبول کر لی اور خوارزم مملکت تیموریہ میں شامل ہو گیا۔ تیمور نے یوسف کی بیٹی سے جہانگیر کی شادی کر دی اور اسے خوارزم کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔

خوارزم کی مہم سے فارغ ہو کر تیمور ہرات کی طرف متوجہ ہوا۔ طاقت کے لحاظ سے والئ ہرات اس سے کم نہ تھا۔ وہ مقابلہ پر ڈٹ گیا۔ اسے اپنی سرحد کے پہاڑی قلعہ فوشنگ پر بڑا ناز تھا مگر جب تیمور نے اس قلعہ کو پہلی ہی یلغار میں فتح کر لیا تو اس پر دہشت چھا گئی۔ ہر چند کہ اس نے ہرات کے گرد ایک نئی فصیل بنوا لی تھی۔ قلعہ بندی کے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ مگر فوشنگ کی شکست کے بعد اس میں مزید مقابلہ کی ہمت نہ رہی اور اس نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی۔ یوں ہرات بھی اس کی مملکت میں آسانی کے ساتھ شامل ہو گیا۔

اب تیمور کی مملکت کی حدود وسیع ہو چکی تھیں۔ اس نے شہر سبز کی بجائے سمرقند کو مستقر بنایا۔ امیر حسین کی بیوہ سے جس میں چنگیز خاں کا خون بھی شامل تھا عقد کیا۔ مملکت کے نظم و نسق کو مستحکم کیا اور شب و روز فوج کی ترتیب و تنظیم میں لگ گیا۔

مملکت کی حدیں جنوب اور مشرق کی جانب وسیع و مستحکم کرنے کے بعد اس نے مغرب کا رُخ کیا۔ بحیرۂ ارال سے لے کر بحیرۂ خزر تک پھیلے ہوئے علاقوں کو لیٹروں سے پاک کیا۔ ترکمانوں کو مطیع بنایا۔ امن و امان اور نظم و ضبط قائم کیا اور مظفر و شاد کام سمرقند لوٹ آیا۔

شمال کے مغلوں کے خلاف اس وقت تک تیمور نے جو کارروائیاں کی تھیں اس سے انہیں تا حال سر اٹھانے کی مہلت نہ ملی تھی۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اس نے مشرق جنوب اور مغرب کے ملکوں پر اطمینان سے تصرف حاصل کر لیا تھا لیکن حقیقتاً اب تک نہ تو مغلوں کی قوت مکمل طور پر منتشر کی جا سکی تھی اور نہ ہی مجموعی طور پر انہوں نے تیمور کی اطاعت قبول کی تھی۔ یہ صورت حال زیادہ عرصہ تک کے لئے ہرگز مناسب نہ تھی۔ لہذا سوچ سمجھ کر تیمور نے جنوب مشرقی سطح مرتفع پر چڑھائی کر دی۔ اس بار اس نے ایک ہزار میل تک مغلوں کا پیچھا نہ چھوڑا اور انہیں مارتا کاٹتا الملیک سے آگے، خطا کی سرحدوں تک دھکیل آیا۔ یہ گویا چغتائی مغلوں کا مکمل طور پر

صفایا تھا جس کے بعد وہ پھر کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ ہو سکے۔

پہلی بار جب وہ مغل خان الیاس کے ہاتھوں شکست کھا کر شہر سبز واپس ہوا تھا تو اُسے کسی غمگسار کی اشد ضرورت تھی۔ مگر اسے چہیتی بیوی الجائی کی غمگساری کے بجائے اس کی موت کی خبر ملی تھی؛ اس مرتبہ وہ مغلوں کی مکمل بیخ کنی کر کے آ رہا تھا اور الجائیؔ کی نشانی جہانگیر کو اس کی خوش خبری سنانا چاہتا تھا مگر قدرت کی ستم ظریفی کہ اہالیان سمرقند نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے بتایا کہ جہانگیر بھی الجائی سے جا ملا۔

قدرت کے ہاتھوں امیر تیمور کی یہ عبرتناک شکست تھی۔ جس کے بعد دنیا میں اسے کسی اور طاقت سے ہار نہ ہوئی۔ اب وہ مشرق کا ایک عظیم حکمران بن چکا تھا۔ اس کی مملکت کی حدود ہر طرف سے محفوظ و مستحکم تھیں۔ اندرونی اور بیرونی سارے خطرے دور ہو چکے تھے۔ اسے کسی مزید جدوجہد کی ضرورت نہ رہی تھی۔ وہ چاہتا تو باقی ساری عمر عیش و آسائش اور امن و امان کے ساتھ گذار دیتا لیکن وہ نچلا

بیٹھنے والا نہ تھا۔ اب اس کی نگاہیں دنیا کی آخری حدوں تک پہونچنے لگیں۔ سمرقند میں اُسے ایک لمحہ چین نہ آتا۔ حرب و ضرب، سفر و کوچ اور دار و گیر اس کی زندگی کی تفریحات تھیں جو مرتے دم تک جاری رہیں۔

چغتائی مغلوں کی سطح مرتفع کی تسخیر کی وجہ سے اس کی مملکت کی حدیں اردوئے زریں کے مغلوں سے جا ملی تھیں۔ جن کا علاقہ موجودہ شمال مشرقی روس تھا۔ سرائے والگا اور استراخان ان کے مراکز تھے۔ وہ یوروپی رُوس سے خراج وصول کرتے آتے تھے اور چغتائی مغلوں سے زیادہ جنگجو، بہادر اور طاقتور تھے۔ تیمور کو کسی وقت بھی ان سے خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ وہ ان سے ہر طرح چوکنا تھا اور مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ حسنِ اتفاق سے ان کا ایک جلیل القدر شاہزادہ بھاگ کر تیمور کے پاس آگیا۔ تیمور نے اس کی شایان شان پذیرائی کی اور مدد کرنے کا وعدہ کر لیا۔

اردوئے زریں کا خاتمہ

شاہزادہ توک تمیش اردوئے زرین کے خان اور روس

کا حریف تھا۔ تیمور نے دو مرتبہ اسے فوجیں دے دے کر روانہ کیا مگر دونوں مرتبہ وہ بُری طرح ہار کر واپس آیا۔ آخر جب اوردس مر گیا تو تیسری بار تیموری فوج کی مدد سے وہ اپنے ملک پر قابض ہو گیا۔ پھر اردوئے زریں کا خان بننے میں اسے زیادہ عرصہ نہ لگا لیکن خان بنتے ہی اس نے تیمور کے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ بغیر کسی انتباہ کے اچانک اس کی مملکت پر حملہ آور ہو گیا۔ تیمور کو سمرقند سے ایک ہزار میل دور بحیرۂ خزر کے کنارے اس حملے کی خبر ملی۔ توک تمیش کا حملہ اتنا سخت تھا کہ تیمور کے سرحدی سردار اور خود اس کا بیٹا عمر شیخ اسے نہ روک سکے۔ تیمور کے آتے آتے وہ ماوراالنہر کے بڑے علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے اور کثیر مردوں، مویشیوں اور گھوڑوں کو لے کر چلا گیا۔ اسی موقع پر خوارزم کے جلایروں اور چغتائی مغلوں نے بھی بغاوت کر دی۔ صورت حال بڑی نازک ہو گئی تھی اور تیمور کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑتا نظر آ رہا تھا لیکن الوالعزم تیمور ان باتوں کو خاطر میں لانے والا نہ تھا۔ وہ آتے ہی حالات کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

MAAB 1431
maablib.org

ابھی اس کی فوج کا بڑا حصّہ شمالی پہاڑوں کے درّوں میں باغی چغتائی مغلوں کی سرکوبی میں اُلجھا ہُوا تھا کہ عین موسم برف و باراں میں توک تمیش پھر ایک بڑی فوج کے ساتھ چڑھ آیا۔ تیموری سرداروں کا مشورہ تھا کہ موسم کی خرابی اور دشمن کی تعداد کے پیشِ نظر پسپائی یا قلعہ بندی اختیار کر لی جائے مگر تیمور نے پیشقدمی کو ترجیح دی۔ وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ کیچڑ اور برف کا مقابلہ کرتا ہُوا آگے بڑھنے لگا۔ مغلوں کا بیرُونی حصار توڑ کر وہ اتنی بے جگری سے ان کے مرکزی لشکر پر حملہ آور ہُوا کہ مغل اس مختصر فوج کو کسی بڑی فوج کا مقدمتہ الجیش سمجھے اور ہراساں ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ تیمور نے اُنہیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور دُور تک دھکیلتا چلا گیا۔

توک تمیش کی واپسی کے بعد اس نے مغرب کی سمت اور گنج کی طرف کُوچ کیا جہاں کے جلایر سرداروں نے توک تمیش کے پہلے حملہ کے موقع پر بغاوت کر دی تھی۔ تیمور کے دل میں ایسے لوگوں کے لئے رحم و کرم کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ وہ اُن پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹا اور اس نے اور گنج کی اینٹ سے

اینٹ بجا دی - وہاں سے پلٹ کر اس نے باقی چغتائی مغلوں کی سرکوبی کا عزم کیا - اس مرتبہ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہ کی گئی - المليک سے پرے تک اُن کی بستیاں اور آبادیاں صاف کر دی گئیں اور اُنہیں اس طرح کچل دیا گیا کہ برس ہا برس تک وہ پنپنے کے قابل نہ ہو سکیں - باغیوں کے لئے دہشت و بربادی کی یہ عبرتناک مثالیں قائم کر کے اس نے توک تمیش اور اردُوئے زریں کے مغلوں سے نپٹنے کا فیصلہ کیا - اب کے تیمور کو خود ان کے وسیع و عریض ملک میں جانا تھا -

یہ بڑا سنگین اور خوفناک فیصلہ تھا - اُردوئے زریں کے مغل چلتے پھرتے شہروں میں رہتے تھے - ان کے گنبد نما خیمے بڑی بڑی گاڑیوں میں سائبیریا کے برفستانوں اور ٹنڈرا کے میدانوں میں ادھر سے ادھر حرکت کرتے رہتے کوئی نہ جانتا تھا کہ ان سے کب کہاں اور کتنی طاقت سے مڈبھیڑ ہوئی ! آدمیوں کے لئے غذا اور گھوڑوں کے لئے چارہ کا بندوبست بھی ایک بڑا مسئلہ تھا - موسمی اور جغرافیائی سختیوں کی نوعیت بھی انجانی تھی اور سفر کی مسافت کا

بھی کوئی اندازہ نہ تھا۔

تیمور ان مشکلات سے واقف تھا مگر اس کا فیصلہ اٹل تھا جس پر بہر حال پوری طرح عمل ہونا تھا اور ہُوا بھی۔ تیمور نے دشمن کے ویران علاقوں میں اٹھارہ سو میل کا فاصلہ صرف اٹھارہ ہفتوں میں طے کر لیا۔ ایک لاکھ سواروں اور گھوڑوں کے ساتھ ہر قسم کی دشواری کا مقابلہ کرنا ہُوا اور قدم قدم پر دشمن کے اچانک حملہ سے چوکنا وہ بڑھتا رہا۔ تیمور اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ اگر شکست ہو گئی اور کچھ لوگ مغلوں کی تلوار سے بچ بھی نکلے تو بھی اتنے طویل اور دشوار گزار فاصلہ کو طے کر کے زندہ واپس ہونے کا امکان نہیں لیکن اُن کا یہ سوچنا بیکار تھا۔ فتح تیمور کا مقدر بن چکی تھی —— توک تمیش ایک لشکرِ جرار لے کر مقابل ہُوا مگر ہر قسم کی برتری اور بے جگری کے باوجُود اردوئے زریں کو شکست ہُوئی۔ توک تمیش فرار ہو گیا اور بے انتہا مالِ غنیمت تیمور کے ہاتھ آیا۔

تین سال بعد توک تمیش نے ایک بار پھر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ اس مرتبہ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔

maablib.org

ترازو کے دونوں پلڑے عرصے تک متوازن رہے۔ ممکن تھا کہ توک تمیش کے خاص دستے کا ایک خطرناک حملہ اس کے حق میں فیصلہ کن ثابت ہوتا لیکن تیمور اچانک اپنے شہسواروں کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑا۔ توک تمیش کی آخری اُمید بھی جاتی رہی۔ اس بار اسے پھر راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ یہ تیمور کی عظیم فتح تھی لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہوا۔ اس کا قہر جوش میں آچکا تھا۔ اب وہ انہیں بار بار حملہ آور ہونے کی رعایت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ چغتائی مغلوں کی طرح اس نے اردُوئے زریں کے مغلوں کی بھی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کرلیا۔ اس نے پہلے کی طرح ایک بار پھر شمال مشرقی رُوس کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مغلوں کو تہِ تیغ کیا۔ ان کے متحرک شہروں کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ گھوڑوں، بھیڑوں اور مویشیوں کے گلے لُوٹ لئے اور استراخان اور سرائے وولگا کے قلعوں اور آبادیوں کو تہس نہس کر دیا۔ توک تمیش اگرچہ اب کی بھی اس کے ہاتھ نہ آیا مگر اس بار اس نے اردُوئے زریں کے علاقوں میں جو کچھ کیا اس کے نتیجے میں

زندگی بھر توک تمیش کو پھر تیمور کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

استراخان سے پلٹ کر تیمور نے البرز سرائے اور قاف کے کوہستانی قبائل کی خبر لی۔ ان کے تین تین سو فٹ بلند فصیلوں والے پہاڑی قلعے سر کیے۔ جگہ جگہ اپنے حاکم مقرر کیے۔ پھر نیشاپور سے الملیک تک خراسان کی دو ہزار دو سو میل طویل تجارتی شاہراہ کو خطرات سے پاک کر کے سمرقند واپس ہو گیا۔

دورِ عُروج

سمرقند میں کچھ عرصہ ملکی بندوبست اور داخلی معاملات پر توجہ دے کر تیمور نے پھر کوچ کا نقارہ بجایا۔ اب کی اس کا رخ ایران و عراق کی جانب تھا۔ ایرانی شاہزادوں اور امرائے اصفہان نے اس کا شایانِ شان استقبال کیا۔ سوائے ایک شاہزادہ منصُور کے جو پہاڑوں میں بھاگ گیا، باقی سب نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ بدقسمتی سے انہیں دنوں میں اصفہان کے کچھ سر پھروں نے تیمور کے چند ہزار سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ یہ سپاہی شہر کے دروازوں

پر تعینات تھے یا شہر میں خرید و فروخت کر رہے تھے۔ تیمور اس پر سخت مشتعل ہو گیا۔ جن محلّوں میں اس کے سپاہی قتل ہوئے، وہاں قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ اس طرح ستر ہزار افراد قتل ہوئے۔ عبرت کے لئے ان کے سروں کا ایک مینار بنا دیا گیا۔

شاہ بغداد، تیمور کی آمد کی خبر سُن کر ہی مصر بھاگ گیا۔ تیمور کے سپاہیوں نے اُس کا تعاقب کیا تو وہ اپنا خزانہ، مال و اسباب اور اہل و عیال پیچھے چھوڑ گیا۔ یُوں بغداد بغیر جنگ کے تیمور کے تصرّف میں آ گیا۔

ایران و عراق کی مہم سے فارغ ہو کر تیمور نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ یہاں ان دنوں سلطان محمُود تغلق حکمران تھا۔ تیمور نے اسے شکست دی اور کثیر دولت و مالِ غنیمت لے کر واپس ہُوا۔ ہاتھیوں سے تیمور کا مقابلہ پہلے پہل یہیں ہُوا۔ وہ اس مخلوق کی قوت سے بہت متاثر ہُوا اور واپس ہوتے ہُوئے بہت سے ہاتھی اپنے ساتھ لے گیا۔ ان ہاتھیوں سے اس نے تعمیراتی کام لیا۔ جنگ کے موقع پر ان کا استعمال اس کی نظر میں محض نفسیاتی نمائش تھا۔

ہندوستان کی مہم میں اس کو پُورا ایک سال لگ گیا

تھا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ سمرقند پہنچا تو اسے اپنے بڑے بیٹے میراں شاہ کی بدعنوانیوں اور مظالم کی خبر ملی۔ تیمور نے اُسے مغربی ممالک کا حاکم مقرر کیا تھا جس کا مرکز حکومت سلطانیہ تھا۔ اسے یہ بھی بتایا گیا۔ کہ اس کی غیر حاضری میں ایران مسلسل خانہ جنگیوں کا شکار رہا۔مظفر خاندان کے شاہزادوں میں سے منصور، تیمور کی اطاعت کا منحرف تھا۔ اس مدت میں باقی سارے شہزادوں پر غالب آکر وہ ایران کا شاہ بن گیا تھا۔اسی طرح شاہ بغداد احمد نے بھی مصری مملوکوں کی مدد سے بغداد پر قبضہ کر لیا تھا اور تیمور کے مقرر کردہ عاملوں کو نکال باہر کیا تھا۔

یہ اطلاعات پا کر تیمور نے سب سے پہلے سُلطانیہ کی راہ لی۔ اپنے بیٹے کو معزول کیا اور اس کے سارے مشیروں اور مصاحبوں کو تہ تیغ کرایا۔ پھر وہ ایران کی طرف متوجہ ہوا۔ شاہ منصور قلعہ سفید میں جم کر لڑا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ تیمور نے اُس کا تعاقب کیا۔شیراز کے نواح میں تین چار ہزار جانبازوں کے ساتھ اس نے پلٹ کر پھر مقابلہ کیا ــــــ منصور ایک جیالا بادشاہ تھا۔ جنگ کے دوران اس نے تیمور تک پہنچنے کی کوشش

کی اور اس میں کامیاب بھی ہوا۔ آخر کار اُسے فرار ہونا پڑا اور وہ بھاگتا ہوا مارا گیا۔

ایران کی دوسری مہم سے واپس آکر تیمور سمرقند میں چار ماہ مقیم رہا۔ اس مدت میں وہ تعمیرات، ملکی انتظام اور گھریلو معاملات کے علاوہ ایک بڑی مہم کی تیاریاں بھی کرتا رہا۔ ایک ایسی مہم کی تیاری جس میں یکے بعد دیگرے ایشیا کی کئی ہم پلہ طاقتوں سے ٹکر لینی تھی۔ کوہ قاف کے ارمنوں، جارجیوں اور ترکمانوں کو زیر فرمان لانا تھا۔ عراق و شام کی تاریخی عظمتوں کو سرنگوں کرنا تھا۔ افریقہ کے سرتاج ملک، مصر کے نامور مملوکوں کو مطیع بنانا تھا اور سب سے بڑھ کر ایشیا کے آخری سرحدی ملک' ترکی کے سُلطان' بایزید یلدرم' فاتح یورپ پر اپنی برتری ثابت کرنی تھی اور فاتح عالم کا لقب اختیار کرنا تھا۔

سمرقند سے نکل کر اس نے تبریز کو اس طویل مہم کا فوجی مستقر قرار دیا جہاں سے دائیں جانب کوہ قاف کے ترکمان' ارمنی اور جارجی قبائل کے جنگجو اس کے منتظر تھے۔ سامنے کی طرف ترکوں کی نامور فوجیں گھات میں لگی ہوئی تھیں اور بائیں جانب مصر و شام اور عراق

کے متحدہ لشکر اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ یوں گویا تیمور کا مستقر ایک ہلالی دائرے میں تھا۔ بالفاظ دیگر وہ تن تنہا ایک بڑے متحدہ محاذ کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔ تیمور اگر براہ راست کسی ایک سمت پیش قدمی کرتا تو لازمی طور پر دائیں بائیں اور عقب سے گھیرے میں آجاتا۔ مگر جنگی حکمت عملی ہی تیمور کی کامیابی کی کلید تھی۔ اس کے لئے آنکھیں بند کرکے آگے بڑھنے کا سوال ہی نہ تھا۔

تیموری لشکروں نے کچھ اس طرح پیش قدمی کی کہ کوئی بھی انہیں گھیرے میں لینے کی جرأت نہ کر سکا۔ جب اُنہوں نے اپنا پہلا طویل چکر مکمل کیا تو مخالف ہلالی دائرہ غائب ہو چکا تھا۔ نہ اس کا دایاں بازو باقی بچا نہ بایاں بازو۔ درمیان کا جو واحد ٹکڑا رہ گیا تھا اس کے قلب میں بھی تیموری ہراول نیزے کی انی کی طرح پیوست ہو گیا۔

تیمور خود تو تبریز کے مستقر ہی میں رہا۔ کچھ طاقتور دستے اس نے کوہ قاف کی طرف بھیج دیئے۔ یہ دستے اطمینان کے ساتھ جارجیا تک مکمل صفائی کرتے چلے گئے۔ تیمور کو مستقر میں چاق و چوبند دیکھ کر کسی کو

maablib.org

اس کے دشمنوں کے گھیرنے اور کوہ قاف والوں کی مدد کرنے کی ہمت نہ ہوئی، یوں جب دایاں بازو بالکل محفوظ ہو گیا تو مستقر میں ایک معقول لشکر چھوڑ کر تیمور نے ترکی کا رخ کیا۔ سیواس کے کلیدی شہر تک ترکی کے سرحدی قلعے اور راستے کے شہر فتح کر لیے۔ پھر سیواس سے آگے جانے کی بجائے وہ مالیتیا کی طرف پلٹ پڑا جہاں سے حلب کی طرف بڑھا۔ اس مقام پر مصر و شام اور عراق کے متحدہ لشکر کو شکست دیتا ہوا دمشق آ گیا اہلِ دمشق کو مائل بہ اطاعت پا کر اُس نے شرائط صلح تیار کرنے کی مُہلت دیدی اور آگے بڑھ گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دمشق والوں نے مصری فوجوں کے ساتھ اس پر عقب سے حملہ کر دیا۔ تیمور نے وقتی افراتفری پر قابُو پا کر جوابی یلغار کی۔ انجام جو ہونا تھا وہ ہُوا۔ میدانِ جنگ سے دمشق کی گلیوں تک انسانی اعضا کے ڈھیر لگ گئے۔ شہر آگ اور دھویں میں ڈوب گیا۔ ہر اچھی اور قیمتی چیز تیموری لشکرگاہ میں پہنچ گئی اور مصری فوج کے بچے کھچے لوگ فلسطین کی راہ لگ لیے۔

دمشق کو برباد کر کے تیمور نے مصری فوجوں کا

عکرہ تک تعاقب کرنے کے لئے کچھ دستے متعین کئے۔ اور خود حلب واپس آگیا۔ یہاں دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہوکر اس نے کوہ قاف، سبواس اور تبریز میں مقیم فوجوں سے رابطے پیدا کئے۔ خبریں معلوم کیں اور مناسب ہدایات دیں۔ پھر بایزید کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لئے جاسوس تعینات کئے اور چند سرداروں کو بغداد فتح کرنے کے لئے بھیج دیا۔

آخری فتوحات

تیمور کا ارادہ اس مقام پر کچھ عرصہ ٹھہرنے کا تھا مگر تسخیر بغداد کے لئے گئے ہوئے امراکی درخواست پر اسے بغداد جانا پڑا۔ شاہ عراق احمد وہاں سے بھاگ کر یلدرم کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جاتے وقت وہ اپنے قلعدار فراج کو یہ ہدایت کر گیا تھا کہ اگر خود امیر تیمور آئے تو قلعہ اس کے حوالے کر دینا لیکن کوئی دوسرا آئے تو ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ اسی لئے امراء نے تیمور کو بلا بھیجا۔ تیمور حتی المقدور خونریزی کو ٹالنا چاہتا تھا چنانچہ وہ سُرعت کے ساتھ بغداد جا پہونچا۔

فراج نے تیمور کو دیکھ کر پہچان لیا مگر اس کی نیت بدل گئی۔ اس نے قلعہ حوالہ کرنے پر مقابلے کو ترجیح دی۔ مورخین اس کی دو وجہیں بیان کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس وقت تیمور کے ساتھ بہت مختصر جمعیت تھی۔ فراج کو یقین نہ آتا تھا کہ جن چند ہزار سواروں کے سردار کو تیمور کے رُوپ میں پیش کیا جا رہا ہے وہ واقعتًہ تیمور ہو سکتا ہے! دوسری وجہ یہ کہی جاتی ہے کہ اس وقت گرمیوں کا موسم شباب پر تھا۔ وادیٔ دجلہ آگ اگل رہی تھی۔ ریت کی تپش، لُو کی شدّت اور دُھوپ کی حِدّت نے پُورے ماحول کو جہنم زار بنا رکھا تھا۔ فراج کا خیال تھا کہ تاتاری جو اس موسم و ماحول کے عادی نہیں ہیں زیادہ عرصہ ٹھہر نہ سکیں گے۔

تیمور زیادہ عرصہ بغداد میں اُلجھا رہنا مناسب نہ سمجھتا تھا مگر اس کلیدی قلعہ کو تسخیر کئے بغیر چھوڑنے پر بھی تیار نہ تھا۔ اس نے تبریز میں اپنے بیٹے شاہ رُخ کو حکم بھیجا کہ قلعہ شکن آلات اور فوجیں لے کر بغداد پہونچ جاتے۔ اس کے بعد ہی دُوسرا حکم اس نے اپنے پوتے پیر محمد کو سمرقند

روانہ کیا کہ جلد از جلد کمک کا لشکر لے کر تبریز جا پہونچے۔

شاہ رُخ حسب الحکم فوج اور محاصرے کے آلات لے کر پہونچ گیا تو تیمور نے اہل قلعہ کے سامنے اپنے لشکرِ جرار کا مظاہرہ کیا مگر جب اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو بالآخر اس نے اپنے سرداروں کو آخری احکامات دے دیئے۔ قلعہ کے چاروں طرف چوبی برجیاں بنا کر ان میں منجنیقیں نصب کر دی گئیں۔ قلعہ کی بنیادوں میں سرنگیں لگائی جانے لگیں۔ شہر کے نشیب میں دریا پر کشتیوں کا پُل تعمیر کیا گیا۔ تاکہ فوجیں دونوں طرف نقل و حرکت کر سکیں اور اہل قلعہ دریا کی راہ سے فرار نہ ہو سکیں۔ پھر ایک دن عین چلچلاتی دوپہر میں سیڑھیوں اور کمندوں کے ساتھ تیموری جانبازوں نے قلعہ پر یلغار کر دی۔

دیکھتے ہی دیکھتے فصیلوں پر تیموری جھنڈا لہرانے لگا۔ تاتاری فوجیں قلعہ میں داخل ہو گئیں اور ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ گرمی کی شدت سے محاصرین کو جو تکلیف پہونچی تھی، اہل بغداد سے انہوں نے اس کا دل کھول کر بدلہ لیا۔ قلعہ ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ شہر کو آگ لگا دی گئی اور عبادت گاہوں کے

کے علاوہ کوئی بھی عمارت سلامت نہ چھوڑی گئی۔ ہاں جگہ جگہ ایک نئی اور مہیب تعمیر ضرور دیکھنے میں آئی۔ یہ سروں کے مینار تھے جن کی تعداد ایک سو بیس تھی۔

بغداد کی تاریخی عظمت کو اس انجام تک پہونچا کر تیمور تبریز آیا۔ چند دنوں میں پیر محمد بھی سمرقند سے تازہ دم لشکر لے کر آگیا۔ اس وقفے میں شاہ رُخ بھی بغداد کے لشکر سمیت اس سے آملا۔ اب تبریز ہر طرف سے محفوظ تھا۔ سوا سال پہلے دشمنوں کے نیم دائرہ کے جو بازو اس کے دائیں بائیں پہلوؤں کو دبوچتے نظر آ رہے تھے۔ وہ جڑوں سے کاٹ دیئے گئے تھے۔ اب صرف اس کا درمیانی ٹکرا، ترکی رہ گیا تھا۔ چھوٹا سا مگر چمکتا ہُوا ٹکڑا۔ تیمور کو اس کی چنداں فکر نہ تھی۔ آناً فاناً اس پر ٹوٹ پڑنے کی بجائے اس نے کچھ عرصہ اس کی چمک دمک سے محظوظ ہونا مناسب سمجھا اور اس کی کئی سال کی تھکی ہُوئی فوجیں آرام کرتی رہیں۔ تیمور نے مفتوحہ ممالک میں اقتدار کو مستحکم کیا اور افریقہ و یورپ کی سیاسی طاقتوں اور شاہراہوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا۔

ترکی کا جلیل القدر عثمانی سُلطان بایزید یلدرم، تیمور کے عزائم سے بے خبر نہ تھا۔ اسے اچھی طرح وہ خط وکتابت یاد تھی۔ جس میں اس نے تیمور کو "لنگڑا" کہہ کر اس کی تحقیر کی تھی اور اس کی چہیتی بیوی کی عصمت دری کرنے کی دھمکی دے کر اسے اشتعال دلایا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ مشتعل ہو کر تیمور ضرور اس کی طرف رُخ کرے گا۔ وہ یہی چاہتا تھا اور اس کے لئے ہر طرح آمادہ تھا۔ اس نے تیمور کی مشرقی فتوحات کا حال سُن رکھا تھا مگر اسے اپنی مغربی فتوحات پر ناز تھا۔ تیمور کی طاقت کو وہ نہایت حقیر سمجھتا تھا اور اُسے کچل دینے کا پُورا یقین رکھتا تھا۔

بایزید کی یہ خود اعتمادی ایک حد تک ٹھیک ہی تھی۔ اس کی فوج مایۂ ناز اور اس کے کارنامے حیرت انگیز تھے۔ یوروپ اس کے نام سے تھراتا تھا۔ مشرقی یوروپ میں ہنگری تک اس کی شجاعت کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے اور وہ عنقریب فرانس تک اپنی فتوحات کا دائرہ بڑھانے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔

چند ہی روز قبل نکوپوس کے مقام پر اس نے

سارے یوروپ کی مشترکہ فوجوں کو شکستِ فاش دی تھی۔
اس معرکہ میں برطانیہ، جرمنی اور فرانس کے نامور بہادروں، شہزادوں اور سپہ سالاروں نے سگسیمانڈ شاہِ ہنگری کے ساتھ اتحاد کرکے بایزید پر چڑھائی کی تھی ان کی فوجوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ اگر آسمان بھی گرتا تو وہ اپنے نیزوں پر روک لیتے۔ پوپِ اعظم کی جانب سے سابقہ گناہوں کی معافی اور جنّت کی بشارت انہیں موت سے بے نیاز کئے ہوئے تھی۔ یوروپ کے سارے گرجاؤں میں مانگی جانے والی دعائیں انہیں فتح کا یقین دلاتی تھیں اور حسینانِ یورپ کی کھلی ہوئی باہوں کا انعام انہیں اولوالعزم بنائے ہوئے تھا۔ انہیں ڈر تھا تو صرف یہ کہ کہیں بایزید ان کی طاقت و حشمت کا حال سُن کر بھاگ نہ جائے اور وہ اپنی شجاعت اور جوانمردی کے جوہر دکھانے سے محرُوم رہ جائیں۔
یہی وجہ تھی کہ جب سرحدی علاقوں کو فتوحات کی لپیٹ میں لیتے ہوئے وہ نکوپوس پہونچے اور انہیں بتایا گیا کہ بایزید ان سے ٹکر لینے کے لئے آپہونچا ہے تو انہیں سخت حیرت ہوئی۔ ان کو اپنی فتح کا اس حد تک یقین تھا کہ ہر ایک بایزید پر حملہ کرنے

میں سبقت کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے بے چین تھا۔ ہنگری کا بادشا سگیسمانڈ چاہتا تھا کہ یہ فخر اس کی زیر کمان پیدل فوج کو حاصل ہو اور فرانس کے بادشاہ کا پوتا اور اس کے ساتھی اس تمنا میں تھے کہ یہ طرّۂ امتیاز شہسواران یورپ کو حاصل ہو۔ آخر کار بات سواروں ہی کی اُونچی رہی۔ جونہی انہیں بایزید کی فوج کے اگلے دستے حرکت کرتے نظر آئے، انہوں نے ان پر ہلّہ بول دیا۔

یورپی شہسواروں کی یلغار طوفانی تھی۔ ترکی ہراول ان کی تاب نہ لا سکا اور وہ انہیں پامال کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اب ان کے سامنے ترکی کے مایۂ ناز سپاہیوں کی جینسری پلٹنیں تھیں لیکن یہ بھی یورپی شہسواروں کی یلغار کی نذر ہو گئیں۔ اس کے بعد ان کا سابقہ ترکی شہسواروں کے ایک اور لشکر سے پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے اس کو بھی منتشر کر کے رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔

یورپی شہسواروں کی یہ کامیابی بظاہر بڑی شاندار تھی مگر اب تک انہوں نے جن تین صفوں کو منتشر کیا تھا وہ بایزید کے لشکر کا محض مقدمۃ الجیش تھا۔

شہسوارانِ یورپ اس پیش قدمی ہی میں اپنی اور اپنے گھوڑوں کی خاصی قوت ضائع کر چکے تھے ۔ اس کے علاوہ وہ اتنے آگے بڑھ آئے تھے کہ مرکزی فوج سے اُن کا تعلق ختم ہو گیا تھا ۔ جو تین صفیں انہوں نے اس وقت تک درہم برہم کی تھیں ۔ ان کے باقیماندہ لوگ منظم ہو گئے تھے اور ان کے عقب میں آہنی دیواریں بن کر کھڑے ہو گئے تھے ۔

آگے بڑھنے پر یورپی شہسواروں نے جب بایزید کے تازہ دم اصل لشکر کو دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے ۔ ترکی شہسواروں نے جب ان پر تیروں کی بارش شروع کی تو انہوں نے گھوڑوں کی اوٹ لے کر پیدل جنگ کا آغاز کیا مگر وہ چاروں طرف سے نرغہ میں آ چکے تھے اور واپسی ان کے نصیب میں لکھی نہ تھی نتیجے میں وہ کسی حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے ۔

شہسواروں کے اس عظیم لشکر کے خاتمہ کے بعد باقیماندہ یورپی لشکر کا سنبھلنا مشکل ہو گیا ۔ ہنگری کی پیادہ فوجیں جم کر لڑیں مگر خُود ان کا بادشاہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا ۔ وہ کثیر لشکر، جس کے زعم میں یورپی شاہزادے آسمان کو بھی نیزوں پر روک لینے

کی بات کرتے تھے مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ اس جنگ کی فتح سلطان بایزید یلدرم کے نام لکھی جا چکی تھی۔ شاہزادوں کی اکثریت بھی فرار ہو گئی۔ چوبیس شاہزادے گرفتار ہوئے جنہیں بعد میں فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا گیا۔

یلدرم، تیمور کا شایانِ شان استقبال کرنے کی پوری تیاری کر چکا تھا۔ یورپ میں پھیلی ہوئی ترک فوجیں اکٹھا ہو چکی تھیں۔ کاسووا کے معرکہ میں ہنگری کے بہادروں اور نکوپوس کے معرکہ میں یورپی شہسواروں کو شکست دینے والے لشکر آراستہ تھے۔ اناطولیہ کی تجربہ کار افواج ساتھ تھیں۔ سرویا کے بیس ہزار آہن پوش جلو میں تھے اور یوں ایک عظیم لشکر جرار لے کر سلطان بایزید پایۂ تخت بروسا سے نکلا اور آہستہ آہستہ تیمور کی طرف بڑھنے لگا۔

maablib.org

انقرہ کو اس نے اپنا مستقر بنایا اور نہایت تزک و احتشام سے دریائے ہیلس پار کر کے سیواس کے راستہ پر تیمور کا انتظار کرنے لگا۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ تیمور سیواس میں ہے اور یقین تھا کہ وہاں سے وہ اسی راستہ پر آئے گا لیکن تیمور نے اس

پہاڑی مقام پر جنگ کرنی مناسب نہ سمجھی۔ یلدرم کو دھوکہ میں رکھ کر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھتا گیا۔ کوچ حصار کے قصبہ میں پہونچ کر اُسے معلوم ہوا کہ یلدرم کا مستقر انقرہ خالی پڑا ہوا ہے۔ یہ خوشخبری پاتے ہی اس نے اپنی رفتار تیز کر دی اور تین دن میں ایک سو میل کا فاصلہ طے کر کے انقرہ پہونچ گیا۔ یلدرم دس دن تک تیمور کی تلاش میں دریا کے دُوسرے کنارے پر بھٹکتا رہا اور جب اسے معلُوم ہُوا کہ تیمور اس کے بہت پیچھے انقرہ کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ تیزی کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

تیمور کی پامال کی ہوئی راہ پر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتا اور سفر کرتا جب وہ انقرہ کے سامنے پہونچا تو اس نے وہاں کا نقشہ ہی کچھ عجیب پایا۔ تیمور کی فوجیں اس کے مستقر پر قابض ہو چکی تھیں۔ انہوں نے انقرہ میں بہنے والے دریا کا رُخ موڑ کر اس کا بہاؤ اپنے عقب میں کر لیا تھا۔ سامنے بہنے والا چشمہ برباد کر دیا گیا تھا اور اب گندگی سے پُر تھا۔ یلدرم کی عمر بھر کی جنگی چالیں تیمور کے صرف ایک داؤں سے

مات کھا گئی تھیں۔
غضبناک ہو کر یلدرم نے حملہ کا حکم دے دیا۔ ایشیائے کوچک کے شہسوار اس کے لڑکے سلیمان کی سرکردگی میں تیمور کے میمنہ پر ٹوٹ پڑے۔ ایک گھنٹہ تک ہولناک جنگ ہوتی رہی اور انجام کار تاتاری شہسواروں نے ترکوں کا منہ پھیر دیا۔ اب بائیں بازو کے تاتاری لشکر نے پیشقدمی کی۔ یہ لشکر ترکوں کی پیادہ اور سوار فوجوں کی صفیں الٹتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس موقع پر یورپی شہسواروں کی طرح تیمور کا پوتا شہزادہ محمد اپنے دادا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ترکوں کے قلب پر حملہ کی اجازت چاہی۔ تیمور نے انکار کر دیا اور اسے سمرقند کے چنندہ بہادروں کا لشکر دے کر بائیں بازو کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔
تیموری لشکر کا بایاں بازو جوش میں آگے ہی بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر وہ سرویا کے آہن پوش سواروں کے نرغہ میں آ گیا۔ تیمور اگر شہزادہ محمد کو، آنکھوں سے اوجھل ہو جانے والے اس لشکر کی مدد پر نہ بھیجتا تو اس کا انجام بھی یوروپی شہسواروں سے مختلف نہ ہوتا۔ شہزادہ محمد کے پہونچنے سے صورتِ حال کچھ بہتر ہو گئی مگر

اس دن سب سے زیادہ ہولناک جنگ اسی مقام پر ہوئی - یہاں یلدرم کا حلیف سرویا کا بادشاہ اپنے آہن پوش شہسواروں کے ساتھ کام آیا اور شہزادہ محمد اتنا زخمی ہوا کہ گھوڑے پر بیٹھنے کے قابل نہ رہا - پھر بھی جیت تیموری فوجوں ہی کی ہوئی -

ترکوں کی مایۂ ناز جنیسری فوج، قلب میں، یلدرم کے ساتھ ابھی جوں کی توں کھڑی تھی لیکن اپنے طاقتور داہنے بازو کے بیکار ہو جانے سے اب وہ لڑائی جیتنے کے قابل نہ رہی تھی اور خود تیمور اب تک گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا - لڑائی اس کے سرداروں کے ہاتھ میں تھی لیکن اب اس نے کمان اپنے ہاتھ میں لی اور قلب لشکر کو لے کر یلدرم کی مرکزی فوج پر حملہ بول دیا -

تاتاری شہسوار دائیں بائیں دونوں طرف سے انہیں گھیرے میں لینے لگے - دیکھتے دیکھتے ہی قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا - یلدرم کے عقبی دستے پہلے ہی حملے میں فرار ہو گئے - بایزید خود شام تک ایک ہزار جاں نثاروں کے ساتھ ایک پہاڑی پر قبضہ جمائے لڑتا رہا لیکن آخر کب تک ؟ اس کی ساری فوج منتشر اور تباہ ہو چکی تھی - تاتاری انہیں ڈھونڈ کر قتل کر

رہے تھے۔ میدان ہاتھ سے جا چکا تھا۔ اب یلدرم نے بھی فرار ہونا چاہا مگر گرفتار کر لیا گیا۔ جب وہ تیمور کے پاس لے جایا گیا تو تیمور اپنے بیٹے شاہ رُخ کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔

تیمور نے قیدی سلطان کو دیکھتے ہی اُٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کے بند کھلوائے۔ اس کے لڑکوں کو تلاش کرایا۔ جشن کے موقع پر اسے ہمیشہ کا شاہانہ لباس پہنوا کر اپنے برابر بٹھایا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کی چہیتی بیوی ڈسپینا کو بھی اس کے پاس بھجوا دیا مگر سلطان اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ چند ہی دنوں بعد انتقال کر گیا۔

انقرہ کی عظیم فتح کے بعد جلد ہی بروسا اور نکایا پر بھی تیمور کا قبضہ ہو گیا۔ البتہ سمرنا کا قلعہ فتح کرنے میں دو ہفتے لگ گئے۔ اس قلعہ پر یونانی عیسائی شہزادے قابض تھے جنہوں نے چھ سال تک یلدرم کے محاصرہ کا مقابلہ کیا تھا۔ تیمور اس قلعہ میں سروں کے دو مینار اپنی یادگار کے طور پر چھوڑ گیا۔

ترکی پر تیمور کے تصرف کے ساتھ ہی مصر کے مملوک سلطان نے بھی تیمور کی اطاعت قبول کر لی اور

باجگزار بن گیا - اب پُورے ایشیا - یورپ اور افریقہ میں کوئی طاقت، ایسی باقی نہ رہی تھی جو تیمور کو للکارنے کی جراَت کرسکتی - فاتح ایشیا تو وہ خود ہی تھا مگر مصر کو اپنا باجگزار بنا لینے اور فاتح یورپ سُلطان بایزید یلدرم کو شکست دینے کے بعد وہ بجا طور پر فاتح عالم بن چُکا تھا -

سمرقند واپس پہونچ کر جب امیر تیمور نے جشنِ فتح منایا تو اس میں شرکت کے لئے دنیا کی بیس ممتاز ترین مملکتوں کے سفیر حاضر تھے - صحرائے گوبی کے مغل خان، اسپین کے شہنشاہ ہنری سوم، مینوئیل شہنشاہ قسطنطنیہ، شہنشاہ فرانس چارلس ششم، انگلستان کے شہنشاہ ہنری ششم اور ممالک مفتوحہ کے بادشاہوں کے علاوہ چین کے منگ شہنشاہ کے سفراء اپنے ملکوں کی نمائندگی کر رہے تھے -

دنیا کے سارے ملکوں میں بس ایک ملک چین ایسا رہ گیا تھا جو شاید اس کے پلے کا تھا اور تیمور اس سے قوت آزمانے کے لئے بے تاب تھا - جشنِ فتح ختم ہُوا تو اس نے چین کی طرف کوچ کر دیا لیکن ابھی وہ زیادہ دُور نہ جا سکا تھا کہ بیمار ہو کر انتقال

کر گیا اور تسخیرِ چین کی حسرت پُوری نہ ہو سکی۔ یہ ۱۴۰۵ء کا واقعہ ہے جب اس کی عمر تقریباً ۶۹ سال کی تھی۔

شخصیت و کردار

مشہور مغربی محقق سر پرسی سائیکس کا تیمور کے بارے میں خیال ہے کہ "زمانہ تاریخ میں کسی ایشیائی نے اپنے زورِ بازو سے ایسے کارنامے انجام نہیں دیئے۔ کوئی دُوسرا شخص اس کے مقام تک نہیں پہونچ سکتا۔ بعض اوقات تو اس کی کامیابیاں انسانی طاقت سے بلند نظر آتی ہیں۔"

تیمور کا ہمعصر مؤرخ شرف الدین اس کے بارے میں لکھتا ہے "شجاعت اور اولوالعزمی نے اسے چین سے لے کر یونان کی سرحدوں تک پُورے ایشیا کا مالک اور خود سر تاتاریوں کا شہنشاہ بنایا تھا۔ اس کا کوئی وزیر نہ تھا۔ اپنی عظیم مملکت کا سارا بوجھ وہ خود سنبھالتا تھا۔ ہر ایک کے ساتھ فراخدلی اور اخلاق سے پیش آتا۔ باغیوں اور حکم سے انحراف کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دیتا۔ وہ عادل تھا۔ کوئی ظالم اس کی مملکت میں سزا سے نہ بچ سکتا تھا۔ علم دوست

maablib.org

تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا۔ فنونِ لطیفہ کو ترقی دینے کی کوشش کرتا۔ کوئی بھی منصوبہ بنانے اور اس پر عمل کرنے میں وہ پوری جراٗت سے کام لیتا۔ خدمت گزاروں پر ہمیشہ مہربان رہتا تھا۔"

تیمور کی شخصیت و کردار کے بارے میں اِن مورخین کا خیال غلط نہیں ہے۔ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے فاتح عالم بننے تک اور شہر سبز کی امارت سے شہنشاہ تاتار و ایشیا ہونے تک، تیمور کو قدم قدم پر جتنے سنگین مقابلوں سے واسطہ پڑا ہے اور جس طرح ذاتی شجاعت و لیاقت کے بل بوتے پر وہ ان سے عہدہ برآ ہُوا ہے اس کی نظیر تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔

کامیابیوں کا راز

بعض ہمعصروں اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے تیمور کی غیر معمُولی کامیابیوں سے متاثر ہو کر اُسے مافوق البشر تک قرار دے دیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ تیمور بھی دوسرے انسانوں کی طرح گوشت و پوست کا ایک انسان تھا۔ یہ ضرور ہے کہ انسانی قوت و صلاحیت کا صحیح اندازہ لگانے اور اس کا بھرپور استعمال کرنے میں وہ دوسروں سے برتر تھا۔

اس کی کامیابیوں کا راز یہ ہے کہ وہ ایک شجاع ترین سپاہی، بلند حوصلہ انسان مستقل مزاج، جفاکش اور مشکل پسند شخص تھا۔ دوسروں سے زیادہ متحرک اور باعمل تھا اور اتنی متوازن صفات و کردار کا حامل تھا کہ وقت کے ہر تقاضے پر پورا اترتا تھا۔

وہ اپنے سپاہیوں کو کبھی نچلا نہ بیٹھنے دیتا۔ ہمیشہ انہیں شدید ترین حرکت و عمل میں مصروف رکھتا۔ جنگ کے موقع پر وہ انہیں جس طرح دشمن کے مورچوں پر حملے اور فصیلوں پر یلغاریں کرنے ریگستانوں، برفستانوں، سنگلاخ چٹانوں اور پھنکارتے ہوئے دریاؤں کو پھلانگنے کے احکامات دیتا اسی طرح امن کے زمانہ میں ان سے راستے بنواتا نہریں کھدواتا اور مکانات تعمیر کراتا اور ان سب کی انجام دہی میں وہ کبھی بددلی سے کام نہ لیتے۔ تیمور نے اپنے ہر سپاہی کو اپنا ہی جیسا بہادر، جفاکش اور مشکل پسند بنا دیا تھا۔ سفر، حملے اور محاصرے کے نازک مواقع پر خود تیمور اُن سب سے آگے رہتا۔ غذائی قلت پیش آجانے پر خود بھی سپاہیوں کے ساتھ اتنی ہی اور ویسی ہی غذا کھاتا۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ وہ اُنہیں انعام و اکرام سے بھی دِل کھول

کر نوازتا ۔ فراخدلی کے ساتھ انہیں تحفے اور دعوتیں دیتا اور اُن کی پُوری پوری توقیر کرتا تھا ۔

تیمور صحیح معنوں میں اپنے بہادر سپاہیوں کا قدر دان تھا اور سپاہی تیمور کے عاشق تھے ۔ دونوں نے ایک دوسرے کا دل جیت لیا تھا ۔ ایک بار تیمور نے ایک سپاہی کو مغلوں کی فوجی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ۔ سپاہی نے واپس آکر خبر دی کہ وہ مکانوں کو آگ لگاتے اور لُوٹ مار کرتے انہیں کی طرف آ رہے ہیں ۔ یہ شہر سبز کا واقعہ ہے ۔ سپاہی کا مکان بھی مغل فوج کے راستے میں پڑتا تھا ۔ تیمور نے کہا ۔" اگر ایسا ہے تو تمہیں اپنے گھر کی خبر تو لینی ہی چاہیئے تھی"۔ سپاہی نے کہا" یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ جب آپ کا گھر ان سے محفُوظ نہیں تو میں اپنے گھر کی فکر میں کیسے لگ جاتا ہ"۔

بدخشانیوں سے جنگ کے موقع پر زیادہ آگے بڑھ جانے کی وجہ سے تیمور کا مقدمتہ الجیش دشمن کے ہتھے چڑھ گیا ۔ تیمور کو جب اس کی خبر معلوم ہُوئی تو اس کے قریب صرف گیارہ سپاہی تھے ۔ باقی لوگ پہاڑیوں کی اوٹ میں اتنے دُور تھے کہ اُن کے آتے آتے موقع ہاتھ سے جاتا رہتا ۔ تیمور اپنے بہادر سپاہیوں

کو آزاد کرانے کے لئے بے چین تھا لہٰذا اس نے خود اپنے کو بازی پر لگا دیا۔ صرف گیارہ آدمیوں کو لے کر چل پڑا اور ایک خطرناک چکر کاٹ کر اس تنگ گھاٹی کے ایک بلند مقام پر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا، جہاں سے بدخشانیوں کو قیدیوں سمیت گزرنا تھا۔ اس گھاٹی کے مخالف نشیب کی ایک تنگ دراڑ میں تیمور کا ایک بہادر سپاہی جا چھپا۔ جیسے ہی بدخشانیوں کا قافلہ سامنے آیا تیمور اور اس کے ساتھیوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اسی لمحہ مخالف سمت سے تیمور کا بہادر سپاہی للکارتا ہوا آگے بڑھا۔ "ہتھیار ڈال دو تم سب گھیرے میں آ چکے ہو!" انہوں نے جو سامنے تیمور کو اور عقب میں ایک قوی ہیکل سردار کو دیکھا تو یقین کر بیٹھے کہ واقعی اردگرد کوئی بہت بڑا لشکر ہے۔ بدحواسی میں وہ ایک طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور تیمور اپنے بہادر سپاہیوں کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

موت کے منہ میں یوں تو تیمور ساری زندگی ہی موت سے کھیلتا رہا ہے مگر چند واقعات ایسے ہیں کہ جن سے بچ نکلنا اگر معجزہ نہیں تو حیرت انگیز ضرور کہا جا سکتا ہے۔ بچپن میں ایک

بار وہ کسی ہرن کا تعاقب کر رہا تھا۔ آگے آگے ہرن
اڑا چلا جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے تیمور کا گھوڑا فراٹے
بھر رہا تھا۔ اچانک ایک گہری کھائی سامنے آ گئی۔ ہرن
نے جو زقند لگائی تو پلک جھپکتے ہیں کھائی کے اُس
پار تھا مگر تیمور کا گھوڑے نے جو چوڑی کھائی دیکھی
تو وہ ٹھٹک گیا۔ ایسے موقعے پر گھوڑے کو تھوڑی دور
پلٹا کر اور زیادہ تیز دوڑا کر چھلانگ لگائی جاتی ہے۔
لیکن ایسا کرنے ہیں جو تھوڑا وقفہ لگتا اتنے ہیں ہرن
کہیں کا کہیں پہنچ جاتا اور تیمور اسے کسی صُورت سے
نگاہوں سے اوجھل ہو جانے یا زیادہ آگے نکل جانے
کا موقع نہ دینا چاہتا تھا۔ ہر چند کہ کھائی کے قریب
ٹھٹک جانے سے گھوڑے کی چھلانگ کا زور کم ہو
گیا تھا مگر تیمور نے اسی حالت ہیں ایڑ لگا دی۔
وفادار جانور نے فوراً حکم کی تعمیل کی لیکن اس کی
چھلانگ صرف اس حد تک کامیاب ہو سکی کہ اس
کے صرف اگلے دو پاؤں کھائی کے دوسرے کنارے
کو چھُو سکے۔ کھائی بے حد گہری اور خطرناک تھی۔ اس
ہیں گھوڑے سمیت گرنے کے بعد بچنا قطعی ناممکن تھا
لیکن وہ سیکنڈ کے بھی پچاسویں حصّہ کے اندر رکاب

سے پیر نکال کر چھلانگ لگا گیا۔ اس کا گھوڑا بے چارہ تو کھائی کی نذر ہو گیا مگر تیمور حیرت انگیز طور پر بچ گیا۔

پہلی بار جب چغتائی خان تیمور کو اپنی جانب سے ماوراالنہر کا سردار اور دس ہزاری منصب دار بنا کر واپس چلا گیا تو ملک کے دو بڑے سردار حاجی برلاس اور بایزید جلایر اس کے درپے ہو گئے۔ دونوں نے اسے دھوکہ دے کر قتل کر دینے کی سازش کی۔ دعوت دے کر اُسے ایک خیمہ میں بلایا گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ جیسے ہی تیمور دسترخوان پر بیٹھے ہتھیار بند سپاہی اس پر ٹوٹ پڑیں۔ دسترخوان سجایا جانے لگا۔ تو اچانک تیمور کی چھٹی حس نے اُسے خطرہ سے آگاہ کر دیا۔ حوائج ضروریہ کا بہانہ بنا کر وہ اس جال سے صاف بچ کر نکل گیا۔

نوشنگ کے قلعہ کے محاصرہ کے موقع پر تیمور نے محسوس کیا کہ قلعہ کے استحکام اور اہلِ قلعہ کی دفاعی جد و جہد کی وجہ سے اس کے سپاہیوں کا جوش و خروش ماند پڑ گیا ہے۔ اپنے سپاہیوں کی یہ بد دلی محسوس کرتے ہی وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنی اگلی صف میں جا پہونچا وہاں پہونچ کر اس نے زرہ اور خود اتار پھینکا اور

انتہائی بے جگری کے ساتھ پیشقدمی کرنے لگا - اس موقع پر وہ تین بار تیروں سے خطرناک طور پر زخمی ہُوا مگر وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔

شام میں ایک بار سلطان مصر کی ایما پر ایک فدائی نے تیمور کو قتل کرنے کا منصُوبہ بنایا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنے منصُوبہ پر عمل کر پاتا اس فدائی کے ٹکڑے اڑا دیئے گئے اور تیمور بال بال بچ گیا۔

چغتائی خان الیاس سے جنگ کے موقع پر تیمور نے اس کے میمنہ پر زور دار حملہ کیا - بڑھتے بڑھتے وہ اس لشکر کے کماندار تک جا پہنچا - تیمور نے اس پر تبر کا ایک زور دار وار کیا - مغل کماندار نے یہ وار اپنی ڈھال پر لے کر رد کیا اور قبل اس کے کہ تیمور اپنے وار کے جھونک سے سنبھلے رکابوں پر کھڑے ہو کر اس نے اپنی تلوار بلند کی - قریب تھا کہ اس کی تلوار کا بھرپور وار تیمور کا سلسلہ حیات منقطع کر دیتا مگر عین اس نازک لمحہ میں تیمور کے ایک جانثار سردار نے اپنے نیزہ کی آنی اس مغل شمشیر زن کے سینے سے پار کر دی اور تیمور حیرت انگیز طور پر بچ گیا۔

توک تمیش سے آخری جنگ کے موقعہ پر ایک بار

دشمن کی یلغار اتنی شدید ہوئی کہ تیمور اپنے لشکر سے کٹ گیا۔ اس وقت محض چند آدمی اس کے ساتھ تھے۔ مغلوں نے چاروں طرف سے اسے گھیرے میں لے لیا۔ اس کے جو چند جانثار اس کے ساتھ تھے انہوں نے پیادہ ہو کر اس کے گرد اپنا حلقہ بنا لیا۔ قریب تھا کہ مغل شہ سوار ہر طرف سے یلغار کر کے انہیں روند ڈالتے، تیمور کا ایک جاں نثار سپاہی، دشمن کی کچھ بیل گاڑیاں گھسیٹ لایا۔ ان بیل گاڑیوں کے دائرے کی حفاظت میں وہ مدافعت کرتے رہے۔ آخر کچھ دیر بعد ان کی فوج کے کچھ دستے ادھر آ نکلے اور وہ محفوظ ہو گئے۔

سب سے زیادہ خطرناک واقعہ ایرانی شہزادے منصور سے مقابلے کے دوران پیش آیا۔ تیمور اس کا تعاقب کرتے ہوئے شیراز تک آ پہونچا۔ یہاں شاہ منصور کے ساتھ صرف چند ہزار شہسوار سلامت بچے تھے۔ ہتھیار ڈالنے یا فرار ہو جانے کے علاوہ منصور کے سامنے اب دوسرا کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن ایک شیرازی باشندے کے طعنے سے غیرت میں آ کر منصور نے اپنے انہیں مختصر جوانوں کے ساتھ تیمور کے عظیم لشکر پر حملہ بول دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ تیموری شہسوار

انہیں نہ روک سکے۔ منصوُر یلغار کرتا ہُوا قلب میں تیمور تک جا پہونچا۔ اب تیمور اور منصوُر دونوں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ تیمور نے نیزہ سے وار کرنے کے لئے اپنا ہاتھ پیچھے بڑھایا مگر پیچھے نیزہ بردار موجُود نہ تھا۔ منصور کے شدید حملے نے اس کے باڈی گارڈ کو بھی منتشر کر دیا تھا۔ تیمور نے تلوار نکالنی چاہی مگر منصوُر نے اس کا بھی موقعہ نہ دیا۔ اس نے پھرتی کے ساتھ لپک کر تیمور کے سر پر تلوار ماری۔ پے در پے اس نے دو وار کیئے۔ یہ دونوں وار تیمور نے اپنے سر پر لئے خوش قسمتی سے دونوں بار تلوار خود سے پھسل کر زرہ پر پھسلتی ہُوئی نکل گئی۔ اتنی ہی دیر میں تیمور کا باڈی گارڈ پلٹ پڑا اور منصُور کو مزید وار کرنے کی مہلت نہ ملی۔

مصیبت کے دن

تیمور نے اپنی زندگی میں مصیبت کے بھی خاصے طویل دن دیکھے۔

امیر حسین سے خانہ جنگی کے طویل چھ سال اس کی پریشانی اور مصائب کے بدترین ایام تھے لیکن سب سے زیادہ تکلیفیں اس نے چغتائی خان کے ماوراالنہر پر قبضے کے زمانہ میں دیکھیں۔ انہیں ایام میں اسے اپنی

محبوب بیوی الجائی کے ساتھ صحرانوردی اور بادیہ پیمائی کرنی پڑی ۔ بھوک پیاس کی شدید تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں اور دردناک قید و بند سے دوچار ہونا پڑا ۔

جب تیمور نے اپنی دینی حمیّت کے جوش میں آکر مغلوں کے قافلے پر حملہ کر کے مسلمان اور سیّد لڑکیوں کو چھڑا کر آزاد کر دیا تو مغل خان اس سے سخت ناراض ہو گیا ۔ اسی نے تیمور کو اپنے دیئے ہُوئے منصب دس ہزاری سے محرُوم کر دیا ۔ شہر سبز کی امارت موقوف کر دی اور اس کے لئے سزائے موت کا حکم جاری کر دیا ۔ اب تیمور کے لئے کہیں پناہ نہ تھی مجبُوراً وہ اپنی چہیتی بیوی الجائی اور بیس جاں نثار ساتھیوں کو لے کر ریگستانوں میں جا چھپا ۔ اتفاق سے کچھ دنوں بعد اُسے امیرِ کابل حسین بھی اسی حالت میں چالیس سواروں اور اپنی بیوی دلشاد کے ساتھ مِل گیا ۔ یہ اس کی بیوی کا حقیقی بھائی تھا ۔ دونوں نے مِل کر ریگستان کے پار بحرِ خوارزم کی طرف نکل جانے کا عزم کیا ۔ طویل سفر اور شدید صعُوبتوں کے بعد وہ خیوا کی سرزمین تک پہونچنے میں کامیاب ہو گئے مگر بدقسمتی ان کے پیچھے پیچھے تھی ۔ جیسے ہی وہ خیوا میں پہونچے پہچان لئے گئے ۔

خیوا کے حاکم نے کئی سو سوار فوراً انہیں گرفتار کرنے کے لئے بھیج دیئے۔ انہیں ایک لمحہ آرام کئے بغیر وہاں سے پھر بھاگنا پڑا اور ابھی وہ زیادہ دُور نہ جانے پائے تھے کہ خیوا کے سواروں نے انہیں آ لیا۔ یہاں کئی گھنٹوں تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ تیمور امیر حسین اور ان کے ساتھی جان توڑ کر لڑے اور اندھیرا ہوتے ہوتے انہوں نے دشمن کو زبردست نقصان پہونچا کر اس کا منہ پھیر دیا لیکن یہ فتح ان کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہُوئی۔ ساٹھ میں سے کل تین سپاہی ان کے پاس بچے تھے اور سازو سامان کے طور پر ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

رات کو ریگستان میں ایک کنویں کے قریب جاکر سات مردوں اور عورتوں کے اس مختصر قافلے نے ڈیرہ ڈالا۔ یہاں انہیں تین بلخی سوتے ہوئے ملے۔ تھکان سے چُور یہ لوگ بھی ایک طرف پڑ کر سو گئے۔ صُبح آنکھ کھُلنے پر جو انہوں نے دیکھا تو وہ بلخی غائب تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے تین گھوڑے بھی۔ اب ان سات آدمیوں کے پاس صرف چار گھوڑے رہ گئے تھے اور طویل ریگستان منہ پھاڑے ہوئے ان کے

سامنے تھا۔ آخر ایک آدمی اور دو گھوڑے تیمور نے اپنے ساتھ لئے اور دو آدمی اور دو گھوڑے امیر حسین نے اور اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ اس منزل سے وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

تیمور نے ایک گھوڑے پر الجائی کو سوار کیا اور دوسرے پر بچا کھچا سامان بار کیا اور خود پیدل ہو کر ان دیکھی راہوں پر ہو لیا۔ کئی دن بعد صحرائی باشندوں کی ایک چھوٹی سی بستی میں انہیں بھوک پیاس اور سفر کی تھکان سے کچھ آرام ملا مگر اس کے بعد پھر وہی دن اور وہی راتیں۔ بارہ دنوں کے شدید تکلیف دہ سفر کے بعد وہ صحرا عبور کر کے تھکن سے چور ایک گاؤں میں پہونچے۔ یہاں وہ ایک کنوئیں کے نزدیک درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ مگر جب ان کی آنکھ کھلی تو وہ گاؤں کے بے رحم سردار کے قیدی تھے۔

اس سردار نے تیمور کو پہچان لیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ مغلوں نے تیمور کی گرفتاری اور موت کے احکامات صادر کر رکھے ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ تیمور کو ان کے حوالے کر کے انعام و اکرام اور دولت حاصل کرے۔

اس نے تیمور اور اس کی بیوی کو ایک ایسے چھوٹے اور تنگ مکان میں قید کر دیا جہاں ہوا کی آمدورفت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ساتھ ہی اس میں بے انتہا پسّو اور حشرات الارض تھے۔ انہیں قید کرنے کے بعد سردار نے اپنے بھائی سے مشورہ کیا جو کہیں ایرانی سرحد پر رہتا تھا۔ اس کے بھائی نے اس کی مخالفت کی اور اسے تیمور کو رہا کرنے کی تاکید کی۔ آخر وہ بڑی ردّ و کد کے بعد تیمور کو چھوڑنے پر رضامند ہو گیا۔ اس گفت و شنید میں خاصہ عرصہ لگ گیا۔ تیمور کو پورے باسٹھ دن اس پسّو بھری کال کوٹھری میں اپنی چہیتی بیوی کے ساتھ قید کاٹنی پڑی۔ ان ایام میں جتنی شدید ذہنی اور جسمانی تکلیف تیمور کو پہونچی اس کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے رہا ہونے پر قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی کسی شخص کو قید کی سزا نہ دے گا۔ تیمور آخر دم تک اپنی اس قسم پر قائم رہا۔ زندگی بھر اس نے اپنے کسی بدترین دشمن کو بھی قید کی سزا نہ دی۔

بایزید یلدرم کے بارے میں جو یہ بات مشہور ہے کہ تیمور نے اسے پنجرہ میں قید کر دیا تھا وہ بالکل غلط اور افسانہ طرازی ہے۔ اس کا مدار صرف ابنِ عرب شاہ

کے اس شعر پر ہے "عثمان کا بیٹا شکاری کے جال میں پھنس گیا اور پھر اسے پرندے کی طرح پنجرہ میں رکھا گیا۔"

تیمور کا سلوک یلدرم کے ساتھ بڑا فیاضانہ تھا۔ دربار میں وہ اُسے شاہانہ لباس میں اپنے برابر بٹھاتا تھا۔ رہائش کے لئے اسے شاندار خیمے اور خدمت کے لئے ہر طرح کے ملازم غلام اور کنیزیں حاصل تھیں۔ ہاں دورانِ سفر وہ سونے کے جس محمل میں سفر کرتا تھا اس میں سنہری جالیاں لگی ہوئی تھیں شاید اسی کو پنجرہ کہا گیا ہو۔

تعمیرات

تیمور جس تندہی اور سختی کے ساتھ باغیوں اور غداروں کے شہر اجاڑتا اور برباد کرتا اس سے کہیں زیادہ جوش و جذبہ کے ساتھ وہ پسندیدہ مقامات پر بستیاں آباد کرتا اور عمارتیں بنواتا تھا۔

بلخ، بخارا، سلطانیہ، شہر سبز وغیرہ کو تو خیر اس نے سنوارا ہی مگر سمرقند کو عروس البلاد بنانے میں اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مفتوحہ دنیا کے بہترین معمار، نقاش اور ہر فن کے کاریگر اس نے سمرقند میں لاکر جمع کر دیئے تھے۔ اور یہ سب ہمہ وقت سمرقند کو

maablib.org

نہروں، باغوں، کشادہ بازاروں، دلکش اور عظیم محلّات، شاندار مسجدوں اور یادگار مقبروں سے مزین کرتے رہتے تھے۔

سمرقند کے پرانے بازار کو منہدم کر کے اس کی جگہ کشادہ دو رویہ نیا چھت دار بازار بنانے اور اسے مکمل طور پر آباد کرنے کے لئے تیمور نے حکام کو صرف بیس دن دیتے تھے جس کی حرف بحرف تعمیل ہوئی۔ اسی طرح ایک لاکھ افراد کی گنجائش والی عظیم تیموری عیدگاہ صرف تین ماہ میں اور جامع مسجد صرف بیس دن میں تعمیر ہوئی۔ اس کی چہیتی الجائی آغا کا مقبرہ بلاشبہ تین سال میں مکمل ہوا مگر اس کا عظیم گنبد اپنے دور میں روئے زمین پر اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

مُلکی انتظام تیمور جو ملک فتح کرتا اسے اپنی مملکت کا ایک صُوبہ بنا دیتا، جس میں تیموری شہزادوں یا جلیل القدر اُمراء کو حاکم مقرر کیا جاتا وہ تیمور کی ہدایات اور احکامات کے تحت کام کرتے اور صوبے کے داخلی امن و امان اور نظم و نسق کے ذمہ دار ہوتے۔ رعایہ کی دیکھ بھال، تجارتی راہوں کی حفاظت

کسانوں اور اہلِ حرفہ کے حقوق کی نگرانی ان کے اہم فرائض تھے۔ شرعی معاملوں کے تصفیے کے لئے ہر جگہ قاضی مقرر ہوتے جو پوری آزادی اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے۔ فوجیوں کو ہنگامی حالت یا اجازت حاصل کئے بغیر مزروعہ زمینوں پر سے گذرنے یا کسی شہری سے کوئی چیز جھپٹ لینے کی سخت ممانعت تھی۔ شہریوں کو صرف ایک ٹیکس دینا پڑتا جسے خراج کہا جاتا۔ کسانوں کو کل پیداوار کا تہائی حصّہ مالیہ کے طور پر ادا کرنا پڑتا تھا۔ یہ ادائیگی حکومت یا جاگیردار میں سے صرف کسی ایک کو کی جاتی۔ نقد اور جنس دونوں ہی شکلوں میں مالیہ دیا جا سکتا تھا اور تخمینہ صرف اس وقت لگایا جاتا جب فصلیں کٹ کر کھلیان میں پہونچ جاتیں۔ تیمور کسانوں کی بربادی کو ملک کی بربادی سمجھتا تھا۔ بارانی اور نہری زمینوں کے مالیہ کی شرحیں مختلف تھیں۔

مریض خانے اور مسافر خانے حکومت کی جانب سے تعمیر کئے جاتے۔ سفر کو تیز رفتار بنانے کے لئے جگہ جگہ منزل گاہیں تھیں۔ جن میں تازہ دم گھوڑے ہر وقت خاصی تعداد میں موجود رہتے تھے۔

انصاف دوسری باتوں کی طرح تیمور انصاف کے معاملے میں بھی بڑا سخت تھا۔ مملکت میں چاہے کسی شخص کا کتنا ہی بڑا رُتبہ کیوں نہ ہو اور اس نے چاہے کتنے ہی اعلیٰ کارنامے کیوں نہ انجام دیتے ہوں وہ کسی پر ظلم کرنے کا مجاز نہ تھا۔

میراں شاہ تیمور کا تیسرا بیٹا تھا۔ تاتاری روایت کے مطابق وہ ولی عہد کا بھی رُتبہ رکھتا تھا۔ تیمور نے اسے مغربی مملکت کا حاکم مقرر کیا تھا۔ تیمور جن دنوں ہندوستان کی مہم پر گیا ہُوا تھا۔ تو میراں شاہ بعض چاپلوس اور خوشامدی مصاحبوں کے کہنے میں آگیا۔ اس نے من مانی شرُوع کر دی۔ تبریز اور سُلطانیہ کے کئی مریض خانے مسمار کرا دیتے۔ ایک مشہور ایرانی شاعر کی لاش مسلمانوں کے قبرستان سے نکلوا کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرا دی۔ فرش مسجد پر شراب کی محفلیں ہوتیں اور دُوسروں کے مال اور عصمتوں پر ڈاکے ڈالے۔

تیمور ہندوستان سے واپس لوٹا تو اُسے ان حالات سے آگاہ کیا گیا۔ وہ اک لمحہ آرام کئے بغیر سیدھا سلطانیہ جا پہونچا اور جاتے ہی اس نے میراں شاہ اور اس کے مصاحبوں کے قتل کا حکم دیا۔ جب سب کے گلے میں

رسیاں ڈال کر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو امراء کی سفارش پر اس نے میراں شاہ کی جان بخشی تو کر دی مگر خوارزم اور ایران کی حکمرانی سے معزول کر دیا اور آئندہ پھر کوئی منصب نہ دینے کا اعلان کر دیا۔

سمرقند کے بازار کو کشادہ کرنے کے سلسلہ میں کتنے ہی پرانے مکانات گرائے گئے تھے۔ یہ سب چونکہ تیمور کے حکم پر ہُوا تھا۔ اس لئے جن لوگوں کو نقصان پہونچا تھا انہوں نے قاضی شہر کی عدالت میں اپنے اپنے ہرجانوں کا دعویٰ داخل کر دیا۔ قاضی شہر سخت کشمکش میں تھا۔ آخر ایک دن تیمور کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے دوران اس نے ان دعوؤں کا ذکر کر دیا۔

تیمور نے برہم ہو کر قاضی سے پُوچھا۔ "ان دعوؤں کے بارے میں خود تمہاری کیا رائے ہے؟" قاضی نے اِک لمحہ توقف کیا اور پھر کمال بے باکی سے کہہ دیا۔ "میرے خیال میں تو یہ دعوے جائز ہیں اور آپ کو ہرجانہ ادا کرنا چاہئے۔" تیمور اس جواب سے اور چراغ پا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "کیوں کیا میں بادشاہ نہیں ہوں۔ یہ سب کچھ میرا نہیں ہے"؟ قاضی خاموش ہو گیا۔ پھر تیمور نے کچھ بدلے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تم

maablib.org

کہتے ہو کہ دعوے جائز ہیں تو میں ہرجانہ ادا کر دوں گا۔" اس کے بعد اس نے دعووں کے مطابق پائی پائی ادا کر دی۔

سچائی کی قدر تیمور سچائی کو بہت پسند کرتا تھا۔خواہ وہ کتنی تلخ ہوتی اور خود اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہوتی۔ اس نے اپنی مُہر پر کندہ کرایا تھا۔"راستی رستی۔ یعنی سچائی ہی صحیح راستہ ہے۔

ایک موقع پر اس کے دربار میں دو مختلف عقیدہ رکھنے والے علما آپس میں بحث کر رہے تھے۔ تیمور حال ہی میں کسی اسلامی ملک کو تسخیر کر کے لوٹا تھا۔ اچانک اس نے سوال کیا" میں جس مہم سے واپس آیا ہوں۔ اس میں میری فوج کے مقتولین شہید کہلائیں گے یا فریق مخالف کے؟" دربار میں یک لخت سناٹا چھا گیا۔ علما سکتہ میں آکر ایک دوسرے کو تکنے لگے مگر سوال براہ راست کیا گیا تھا اس لئے جواب دینا بھی ضروری تھا۔ آخر کار ایک عالم نے کہا۔" شاہ ذی جاہ بات صاف ہے کہ ذاتی منفعت یا ناموری کے لئے لڑنے والا شہید نہیں ہوتا اور نہ ذاتی تحفظ میں ہلاک ہونے والا۔ شہید تو صرف وہ ہے جو کتاب الحکیم کے مطابق جان دے۔"

ظاہر ہے کہ یہ بڑا کھرا بلکہ کڑوا جواب تھا مگر تیمور نے جواب دینے والے کو قتل کرانے کے بجائے ادب کے ساتھ ایک قیمتی تحفہ پیش کیا۔

مذہبی لگاؤ تیمور کو بچپن ہی سے مذہب سے خاصا لگاؤ تھا۔ اس کا باپ ترگئی اکثر اس سے کہا کرتا۔ "بیٹا میری تمنّا ہے کہ تم ہمیشہ احکامِ الٰہی اور شرعِ محمّدی کے پابند رہو۔ سیّدوں اور درویشوں کی دعائیں لیتے رہو اور فرائض دینی ادا کرتے رہو۔" یہ بات تیمور کے دِل میں بیٹھ گئی تھی۔ ایک بار وہ مسجد میں تلاوت کر رہا تھا کہ ایک بزرگ سیّد کی اس پر نظر پڑ گئی۔ وہ قریب آئے اور اُنھوں نے اس کا نام پُوچھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولے۔ "بیٹا جب تک تُم اسلام کا تحفظ کرتے رہو گے خدا تمہاری حفاظت کرے گا۔"

ایامِ نوجوانی میں وہ عُلماء کی باہمی بحثوں میں بڑی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ خطبے کے دوران ہمیشہ نمازیوں کے جُوتوں کے پاس بیٹھا کرتا۔ ایک درویش سیّد زین الدین نے اسے وہاں بیٹھے دیکھا تو اپنے پاس بُلایا اور اپنی شال ٹوپی اور انگشتری اس کو عنایت کر دی۔ کزگان کے قتل کے بعد پہلی بار جب چغتائی خان ماوراء النہر آیا۔

اور ایک عام دہشت پھیلی تو ایک رات تیمور نے ان ہی بزرگ کے ساتھ عبادت اور مشورے میں گذاری۔ پھر ان کے دیئے ہوئے سامان کو اُن کی ہدایت کے مطابق مغل خان کو پیش کر کے "تمان باشی" (دس ہزاری) کا منصب حاصل کیا۔ دوسری مرتبہ جب کچھ سیّد زادیاں کنیز بنا کر لے جائی جا رہی تھیں تو انہی بزرگ کی تاکید پر تیمور نے بزورِ شمشیر انہیں رہا کرا کے صحرا نوردی اختیار کی تھی۔ پھر ایک مُدت کے بعد جب امیر حسین قتل ہو گیا اور بلخ میں تاتاریوں کے جرگہ میں نئے امیر کے انتخاب کا مسئلہ زیرِ بحث آیا تو لوگوں نے انہیں بزرگ کی پُرجوش تقریر سے متاثر ہو کر تیمور کی امارت قبول کی تھی۔

تیمور ساری زندگی نماز روزہ اور تلاوتِ قرآن پاک کا پابند رہا۔ حالانکہ اکثر و بیشتر وہ سفر میں رہا کرتا مگر شرعی مجبوریوں کے سوا اس نے کبھی کوئی نماز قضا نہیں کی۔ امیر ہونے کے بعد ہر سفر میں اور میدانِ جنگ میں بھی اس کے ساتھ ایک سفری مسجد ہُوا کرتی تھی جس میں وہ باقاعدگی سے نماز ادا کیا کرتا۔

اسی طرح مختلف العقائد علما بھی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتے۔ ہر شام وہ ان سے مذہبی بحثیں سُنا کرتا۔ ساتھ

ہی ساتھ تاریخ و ادب پر بھی وہ ان سے تبادلۂ خیالات کرتا۔ سائبیریا کے سفر کے دوران جہاں کے دِن رات غیر معمولی ہُوا کرتے ہیں۔ اس نے انہی علما کے فیصلے پر نماز کے اوقات میں تبدیلی کی تھی۔

مزاج تیمور ایک زندہ دِل شخص تھا، لیکن عامیانہ ہنسی مذاق اُسے قطعاً پسند نہ تھا۔ البتہ خود کبھی کبھی بڑا گہرا اور لطیف مذاق کر جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں چاشنی کے ساتھ طنز اور سنجیدگی بھی شامل ہوتی۔

جنگجو تاتاریوں کا علمائ کے بارے میں قول تھا۔ "علمائ دُوسروں کو شہادت و شجاعت کا درس دیتے ہیں لیکن خُود دونوں باتوں سے دُور ہی دور رہتے ہیں۔"

ہندوستان کی مہم میں جب مست ہاتھیوں کا غول دیکھ کر تیمور کے لشکر میں فکر و تردد کی لہر دوڑی تو علما پر اس لہر کا اثر دُوسروں سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ تیمور نے اگرچہ ان کالی بلاؤں سے نپٹنے کا انتظام کر لیا تھا پھر بھی اس نے علمائ سے پُوچھا۔ "آپ حضرات کس صف میں کھڑا ہونا پسند کریں گے؟" ایک گہری خاموشی اس کے سوال کا جواب تھی۔ آخر ایک عالم نے فرمایا۔ "عالیجاہ جہاں حکم دیں گے وہیں کھڑے ہو جائیں گے۔ ویسے

اگر فیصلہ ہم پر چھوڑا جاتا ہے تو ہم عورتوں کے قریب رہنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں"۔ تیمور مُسکرایا اور بولا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔

شیراز فتح ہوا تو تیمور نے حافظ شیرازی کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حافظ پیش ہوئے تو بے حد سادہ اور درویشانہ لباس میں۔ تیمور نے انہیں دیکھتے ہی خشمگیں ہو کر کہا۔ "کیا یہ تمہارا ہی شعر ہے؟"

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے ادب سے جواب دیا "ہاں اے شاہِ ذی شان۔ میرا ہی ہے"۔ تیمور نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ سمرقند و بخارا میں نے کتنی مشکل سے حاصل کیا ہے! اور تم شیراز کے ایک غریب شاعر اتنے فیاض بنتے ہو کہ اک تِل کے بدلے دو کوڑی کے معشوق کو سمرقند اور بخارا بخش رہے ہو"۔

حافظ نے اک لمحہ توقف کیا۔ پھر مُسکراتے ہوئے کہا۔ "شاہا! یہ اسی فیاضی کا تو نتیجہ ہے جو آج آپ کے سامنے مفلسی کی حالت میں پیش ہوا ہوں"۔ تیمور حافظ کے اس جواب سے خوش ہوا اور انہیں کثیر

انعام و اکرام سے نواز کر رخصت کیا۔

حُلیہ تیمور کا ایک ہم عصر مؤرّخ اس کا حُلیہ بیان کرتا ہے

"فاتح بلند قامت تھا۔ پیشانی فراخ اور سر بڑا تھا۔ جسمانی قوت بھی اتنی ہی زیادہ تھی جتنی اس کی جرأت۔ قدرت نے اسے رنگا رنگ صفات سے آراستہ کیا تھا۔ رنگ سفید تھا اور نکھرا ہُوا۔ اعضاء مضبوط اور ممتاز تھے۔ شانے چوڑے اور پنجہ آہنی تھا۔ ریش دراز تھی اور ہاتھ خشک رہتے تھے۔ آواز بھاری بھرکم تھی اور وہ داہنی ٹانگ سے لنگڑاتا تھا۔

میانہ عمری میں بھی اس کا عزم صمیم اور جسم طاقتور تھا۔ جھوٹ اور مزاح کو ناپسند کرتا تھا۔ ناکامی اس کے عزائم کو پست نہ کرتی اور کامیابی اُسے آپے سے باہر نہ کر سکتی تھی۔"

maablib.org

پاکٹ بکس سیریز

شخصیات — شعراء — ادباء

قائدِ اعظم محمد علی جناح	1.00
صدر ایوب	1.00
اکبر اعظم کے نورتن	1.50
علاءالدین خلجی	1.00
شیر شاہ سوری	1.00
سید امیر علی	1.00
رضیہ سلطانہ	1.00
چاند بی بی	1.00
نورجہاں	1.00
طارق بن زیاد	1.00
مہاتما بدھ	1.00
زرتشت	1.00
حضرت موسیٰؑ	1.00
حضرت عیسیٰؑ	1.00
حضرت ابوبکر صدیقؓ	1.00
سید احمد شہید	1.00
غالب	1.00
اکبر الہ آبادی	1.00
حالی	1.00
فراق گورکھپوری	1.00
اقبال	1.00
ابراہیم ذوق	1.00
امیر مینائی	1.00
جگر مرادآبادی	1.00
فانی بدایونی	1.00
بہادر شاہ ظفر	1.00
میر درد	1.00
آتش	1.00
انشاء	1.00
میر تقی میر	1.00
مرزا سودا	1.00
نظیر اکبر آبادی	1.00
حسرت موہانی	1.00
ریاض خیر آبادی	1.00
داغ دہلوی	1.00
مومن	1.00
سرسید احمد خاں	1.00
ڈپٹی نذیر احمد	1.12
راشد الخیری	1.12
عبدالحلیم شرر	1.12
رتن ناتھ سرشار	1.50

maablib.org